قیمت فی پرچہ ۱ر　　قیمت سالانہ پیشگی ۶ر

نمبر ۶۲ | مؤرخہ ۱۴ر فروری سنہ ۱۹۳۰ء | یوم جمعہ | مطابق ۱۴ر رمضان سنہ ۱۳۴۸ھ | جلد ۱۷

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے بہ نسبت سابق اچھی ہے ؛

جناب مولوی ذوالفقار علی خان صاحب ناظر اعلیٰ جو آل انڈیا مسلم لیگ میں شمولیت کی غرض سے دہلی تشریف لے گئے تھے۔ ۱۱ر فروری واپس آگئے

مولوی اللہ دتا صاحب آریہ سماج میرٹھ سے ایک کامیاب مناظرہ کرکے ۱۱ر فروری واپس آئے ؛

۹۔ فروری تمام دن بارش ہوتی رہی جس سے سردی میں اضافہ ہوگیا ؛

مجلس مشاورت کے متعلق اعلان

جملہ جماعت ہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ میں نے اپنے اعلان میں نمائندگان مجلس مشاورت کے اسماء کے دفتر ہذا میں پہونچنے کی آخری تاریخ ۳۱ر جنوری سنہ ۳۰ء مقرر کی تھی۔ لیکن اس وقت تک صرف ۲۹ جماعتوں کی طرف سے اطلاع ملی ہے۔ اس لئے چاہئے۔ کہ جلد سے جلد باقی جماعتیں اپنے نمائندگان کے نام سے اطلاع دیں۔ جو نمائندگان سوالات یا تجاویز حسب قاعدہ بھجوانا چاہیں۔ وہ براہ مہربانی ۲۸ر فروری سنہ ۱۹۳۰ء تک بھجوا دیں۔ تا جوابات اور ایجنڈا بر وقت طیار ہو سکیں ؛

سیکرٹری مجلس مشاورت قادیان

امریکہ میں تبلیغ اسلام

۱۷ معززین اسلام میں داخل ہوئے

مولیٰ کریم کے فضل سے عرصہ زیر رپورٹ میں اعلےٰ طبقہ کے لوگوں میں توحید کی آواز بلند کرنے کے شاندار مواقع ملے۔ بعض ہفتوں میں تین تین تقریریں ہوئیں۔ جن میں سامعین کی تعداد ہزاروں تک ہوتی رہی:۔

تقاریر کے بعد دیر تک سوال وجواب کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ان تمام تقریروں کے متعلق اخبارات میں مضامین شائع ہوئے:۔

تقریروں کے علاوہ پارٹیوں اور دعوتوں کے ذریعہ سے بھی تبلیغ کے بہت عمدہ مواقع ملتے رہے۔ ایک امیر وکبیر شخص نے [illegible] کے اعزاز میں ایک پارٹی دی۔ اور تین گھنٹے تک Table talk کے طور پر اسلام اور احمدیت کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر پارٹی دینے والوں نے کھلے الفاظ میں کہا۔ کہ آپ جس رنگ میں اسلام کو پیش کرتے ہیں۔ وُہ اگر صحیح ہے۔ تو پھر ہم تو بہت حد تک مسلمان ہیں۔" اور یہ بھی کہا۔ کہ ہم تو سمجھتے تھے۔ مشنری وسیع الخیال نہیں ہوتے لیکن آپ سے مل کر ہماری رائے بدل گئی ہے۔ میں نے اُن کو بتایا۔ آپ کو عیسائی مشنریوں سے واسطہ پڑا ہے۔ میرا وسیع الخیال ہونا میری کوئی ذاتی خوبی نہیں۔ بلکہ اسلام کی تعلیم ہی یہ ہے:۔

مسلمانوں کی غذا کے متعلق اُن کو معلوم نہ تھا۔ انہوں نے تین ڈالر خرچ کر کے ایک کتاب خریدی۔ تاکہ حلال کھانے معلوم کئے جائیں۔ اور تاکہ مجھے ان کے ہاں کھانے میں دقت نہ ہو:۔

آخیر میں اُنہوں نے مجھ سے خواہش کی۔ کہ میں اُن کے گھر میں اذان دے کر نماز ادا کروں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ تقریباً چھ سات ماہ قبل وُہ میری ایک تقریر میں جو ایک عظیم الشان مجمع میں ہوئی تھی۔ شامل تھے۔ اور اُسی وقت سے اُن کے دل میں خواہش تھی۔ کہ مجھے اپنے گھر میں بلائیں۔ تاکہ میں ان کے گھر میں اذان دے کر نماز ادا کروں:۔

بہت دفعہ لوگوں نے تقریر سے پہلے اذان اور اس کا ترجمہ سننے کی خواہش کی۔ یہ ایک نہایت ہی لطیف و دلچسپ طرز تبلیغ ہے۔ جس کو امریکہ کے اعلےٰ طبقہ کے لوگ بہت پسند کرتے ہیں:۔

بذریعہ خط وکتابت وتقسیم لٹریچر بھی بہت تبلیغ ہوئی۔ بہت لوگوں نے کتابیں خریدیں:۔

اس عرصہ میں اللہ تعالےٰ کی ذرہ نوازی سے ۱۷ اصحاب داخل اسلام ہوئے۔ الحمد للہ علےٰ ذالک۔ ان میں سے دو اصحاب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ایک صاحب کیلی فورنیا کے رہنے والے ہیں۔ اور ان کا وطن یہاں سے کم سے کم ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ صاحب تعلیم یافتہ اور اعلےٰ درجہ کے لیکچرار و فلاسفر ہیں۔ ان کو اسلام کی تبلیغ کا خاص جوش ہے۔ اور انہوں نے ایک اپنا مرکز بنالیا ہے۔ وہاں ایک اور صاحب نے بھی بیعت کی ہے۔ اور دونوں مل کر تبلیغ احمدیت کی کوشش کرتے ہیں اور اس طرح وہاں ہمارا ایک اور مرکز اللہ تعالےٰ کے فضل سے قائم ہوگیا ہے:۔

دوسرے صاحب شکاگو کے ایک وکیل ہیں۔ جن کے متعلق میں نے پہلے بھی کسی رپورٹ میں ذکر کیا تھا۔ جب سے میں آیا ہوں۔ یہ صاحب زیر تبلیغ تھے۔ سلسلہ کی اکثر کتب کا مطالعہ کیا۔ اور کثرت سے میری تقریریں سنیں۔ یہ خود بھی ایک لیکچرار ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی اتفاق ہوا۔ کہ ایک ہی مجمع میں ہم دونوں نے تقریریں کیں:۔

جماعتوں کی تنظیم خدا کے فضل سے بہت مفید اور بابرکت ثابت ہوئی ہے۔ حضرت اقدس کے منشاء مبارک کے مطابق میں نے تمام جماعتوں میں چندہ کی تحریک کی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے تمام جماعتوں میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو باقاعدہ چندہ دینے لگ پڑے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کے اخلاص میں برکت دے۔ آمین:۔ Detroit اور Indianapolis کی جماعتیں باقاعدہ ہفتہ وار جلسہ کرتی ہیں۔ اور نہایت اخلاص سے اشاعت اسلام کے مبارک کام میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کو ترقی عطا کرے۔

آج کل اس ملک میں شدت کی سردی اور برف باری ہے۔ اور اس وجہ سے لیکچروں کا سلسلہ تقریباً بند ہے:۔

مجھے اس ملک میں جو کامیابی ہوئی ہے۔ یہ سب سیدنا حضرت اقدس

احباب مطلع رہیں

(۱) اشتہار "غذائے ایمان" نمبر ۱- پہلی مرتبہ تیس ہزار کی تعداد اور دوسری مرتبہ اٹھارہ ہزار کی تعداد میں چھپ کر ختم ہو چکا ہے اور اب تک صرف ۴۸۰ مقامات میں بھیجا جاسکا ہے۔ تیسری مرتبہ چھپوانے کی تیاری ہو رہی ہے۔ اس لئے جو احباب منگوانا چاہیں وُہ بہت جلد آرڈر بھیجدیں۔ تاکہ پھر نہ چھپوانا پڑے۔ لیکن ضروری ہے کہ آرڈر دینے سے پہلے اُن ہدایات کو بغور ملاحظہ فرمالیا جائے جو اخبار "الفضل" مجریہ ۱۱- فروری کے صفحہ ۱۳- پر درج ہیں:۔

(۲) باوجود دو تین بار اعلان کرنے کے کہ قیمت بہرحال پیشگی آنی چاہیئے۔ یا وی۔ پی کرنے کی اجازت دی جانے۔ بعض دوست لکھ رہے ہیں۔ کہ قیمت چندہ ماہوار کے ہمراہ عنقریب بھیجی جائے گی۔ مجھے اپنے احباب پر اعتماد ہے۔ کہ وُہ قیمت ضرور بھیج دیں گے۔ لیکن میں افسوس کے ساتھ اس اعلان کے ذریعہ سے ایسے احباب کی خدمت میں اطلاع کرتا ہوں۔ کہ دفتر دعوت وتبلیغ ایسے آرڈروں کی تعمیل سے قطعی معذور ہے۔ اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ اشتہارات کا کام بہت وسیع ہے۔ لیکن اس کے لئے کوئی زائد آدمی اس [illegible] نہیں دیا گیا۔ جو اس قسم کا حساب رکھے کہ فلاں دوست کے ذمہ اس قدر رقم ہے۔ پس اشتہارات کے حسابات کو ساتھ ساتھ صاف رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کہ قیمت بہرحال پیشگی آئے۔ یا وی۔ پی منگوالیا جائے:۔

(۳) جن احباب نے آرڈر وی۔ پی کے لئے دئے ہوئے ہیں یا جن کی قیمت آئی ہوئی ہے۔ اور ان کو تاحال اشتہار نہیں پہونچے ان کو اشتہار تیسری بار چھپنے پر جلد روانہ کئے جائیں گے۔ یاددہانی کی ضرورت نہیں۔ اُن کے آرڈر محفوظ ہیں:۔

ناظر دعوت وتبلیغ قادیان۔

خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز اور بزرگان ملت کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اس لئے عاجزانہ التجا ہے کہ تمام بزرگان اور احباب سلسلہ بالالتزام مجھ ناچیز کے حق میں دعا فرماتے رہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ خدمت اسلام کے لئے تندرستی بخشے۔ اور امریکہ کے طول وعرض میں اسلام اور احمدیت کو کامیابی سے پھیلانے کی توفیق عنایت کرے آمین۔ ثم آمین:۔

خاکسار طالب دعا

مطیع الرحمن بنگالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
نمبر ۶۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ فروری سنہ ۱۹۳۰ء | جلد ۱۷

قضیۂ ظفروال کا غیر موزوں فیصلہ

قضیۂ ظفروال جس نے کئی ماہ سے تمام اسلامی ہند میں ہیجان و اضطراب پیدا کر رکھا تھا۔ آخر کار طے ہوگیا۔ اور ہمیں خوشی ہے۔ کہ ایک ایسا فتنہ جس سے ممکن ہے۔ بہت زیادہ خطرناک نتائج پیدا ہوتے۔ خیر و خوبی سے فرو ہوگیا۔ اور مسلمانوں کو ان کا حق مل گیا۔

لیکن اس فیصلہ کے متعلق چند باتیں ایسی ہیں۔ جن کا بیان کرنا مفاد اسلامی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس تصفیہ کی جو شرائط تجویز ہوئی ہیں۔ ان سے مترشح ہوتا ہے۔ کہ مسلم نمائندوں کا یہ خیال تھا۔ کہ اذان کی اجازت دینا سکھوں کا احسان ہے۔ اور اس لئے جذبۂ احسان مندی کے ماتحت انہوں نے صلحنامہ کی ترتیب کے وقت اپنے مفاد اور حقوق کو یکسر فراموش کر دیا۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں۔ اذان کی بندش قانوناً۔ مذہباً۔ اخلاقاً غرضیکہ کسی دستور اور کسی آئین کے رو سے بھی جائز ثابت نہیں کی جا سکتی۔ اور اس کا دور کر دینا اگرچہ نہایت پسندیدہ بات ہے۔ جو مختلف اقوام میں اتحاد اور اتفاق کے لئے ممد ہو سکتی ہے۔ لیکن اُسے سکھوں کا مسلمانوں پر احسان ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ اور خواہ کوئی طریقہ اختیار کیا جاتا سکھوں کو جلد یا بدیر آخر یہی فیصلہ کرنا پڑتا۔ جو انہوں نے اب کیا ہے۔ پھر سمجھ نہیں آتا۔ صلحنامہ کی شرائط طے کرتے وقت مسلمانوں نے اپنے پہلو کو کیوں نظر انداز کر دیا۔

صلح کی ایک شرط یہ تجویز ہوئی ہے۔ کہ چونکہ میاں خیر الدین صاحب نے کہا تھا۔ کہ میں جوتے کے زور سے یہاں اذان دلواؤنگا۔ اس لئے اسے اس گاؤں سے نکال دیا جائے چنانچہ بقول "گورو گھنٹال" ۹ فروری "خیر وآئندہ ظفروال میں قدم نہ رکھ سکیگا"۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ میاں خیر الدین صاحب کے متعلق یہ سزا خود مسلمانوں نے ہی تجویز کی۔ جیسا کہ "گورو گھنٹال" (۹ فروری) لکھتا ہے:۔

"مسلمان لیڈروں نے سکھوں سے معافی مانگی۔ اور کہا کہ خیرو کو موضع ظفروال سے نکال دیا جائے گا"۔

ہم حیران ہیں۔ کہ بیچارے خیر الدین کو اس قدر سنگین سزا کہ اسے اپنی برادری اور اپنے آبائی وطن سے خارج کر دیا گیا حتےٰ کہ اس قدر شدید پابندی عائد کی گئی۔ کہ وہاں آکر اپنے رشتہ داروں اور ان لوگوں سے جن میں اُس نے اپنی زندگی کا کثیر حصہ گذارا۔ ملاقات بھی نہ کر سکے۔ کس جرم کی پاداش میں دی گئی ہے۔ ظاہراً جو جرم اس سے سرزد ہوا۔ وہ یہی ہے۔ کہ اُس نے اپنا مذہبی حق لینے اور خدائے واحد کا نام بلند کرنے پر اصرار کیا۔ سکھوں کی روایت بالکل ایک من گھڑت داستان ہے۔ سکھوں کا اذان سے روکنا ایک ایسا لغو فعل تھا۔ جس کے جواز میں وہ کوئی معقول دلیل پیش کر نہیں سکتے تھے۔ اس لئے میاں خیر دین پر یہ الزام تراش کر اسے اپنی نامعقولیت کی بنیاد قرار دے لیا گیا ورنہ جو لوگ ایسے مستبد اور جابر سکھوں کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہوں۔ ان کے اندر ایسی بات کہنے کی جرأت ہی نہیں ہو سکتی لیکن اس غریب کو تو صرف سکھوں کے اس کی طرف یہ الفاظ منسوب کر دینے ہی کی وجہ سے جلاوطنی کی سزا دے دی گئی۔ مگر سکھوں اور ہندوؤں نے وہاں کے غریب مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے۔ جو ستم کئے۔ جس طرح انہیں تکالیف دیں۔ ان کے متعلق کسی نے افسوس تک بھی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

ظفروال میں مسلمانوں پر جو کچھ گذرتی رہی۔ اس کی تفصیل نہایت دلدوز ہے۔ ان کو مارا اور پیٹا جاتا تھا۔ ان کی عورتوں کی بے حرمتی کی جاتی تھی۔ بے زبان مویشیوں کو چارہ بلکہ پانی تک سے محروم رکھا گیا۔ حتےٰ کہ یہ غریب اپنے جانور لے کر وہاں سے نکل جانے پر مجبور ہوئے۔ اور مدت تک ادھر اُدھر بھٹکتے رہے پھر ایسا وقت بھی ان پر آیا۔ کہ اُن کے بچے پیاس سے بلک رہے ہیں۔ مگر انہیں پانی پینے کی اجازت نہیں۔ خود بیچارے خیر دین اور اُس کے بھائی کو کئی بار زد و کوب کیا گیا۔ انہیں حبس بے جا میں رکھا گیا۔ مسجد کو نقصان پہونچایا گیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک غریب عورت کی تمام فصل اور کھیتی باڑی تباہ کر دی۔ لیکن صلح کی شرائط طے کرتے وقت ان تمام باتوں کو اس طرح گوارا کر لیا گیا گویا یہ سکھوں اور ہندوؤں کے بالکل جائز افعال تھے۔ اور مخالفین کے خیر دین کی طرف محض یہ الفاظ منسوب کرنے کی وجہ سے اسے اس قدر سنگین سزا دے دی گئی۔ جو ہرگز قرین عدل و انصاف نہیں ہے۔

ظفروال میں صرف خیر الدین ہی ایک ایسا شخص تھا۔ جس کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کے اندر کچھ نہ کچھ مذہبی روح قائم تھی۔ اور یہی ایک شخص تھا۔ جو اذان دینے پر مصر تھا۔ جب اُسے ہی وہاں سے نکال دیا گیا۔ تو اذان کیسی اور نماز کہاں کی۔ اس کی دیکھا دیکھی اور اس کے اثر کی وجہ سے تو چند ایک مسلمان مسجد میں آجاتے تھے۔ اسے وہاں سے نکال دینے سے تو یہی بہتر تھا۔ کہ اس جھگڑے کو اٹھایا ہی نہ جاتا۔ اس فیصلہ کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ظفروال کے مسلمانوں کے اندر مذہبی غیرت و حمیت مٹ جائیگی۔ اور بعید نہیں۔ کہ اُنہیں آہستہ آہستہ مرتد کر لیا جائے۔ جس کے آثار شروع ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اسی قضیہ کے دوران میں ہی ایک مسلم عورت کو سکھ بنا کر ایک سکھ نے اپنے گھر میں ڈال لیا ہے۔

کیا خیر الدین کی اس سزا کو مدنظر رکھتے ہوئے سینکڑوں ہزاروں ایسے مقامات پر جہاں ظفروال کی طرح سکھوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو اذان سے روک رکھا ہے۔ کسی مسلمان کو اس حق کے حاصل کرنے کے لئے مردانہ وار کھڑا ہونے کی جرأت ہو سکے گی۔ جب اذان کے لئے جد و جہد کرنے کی سزا خود مسلمانوں کی طرف سے یہ تجویز کی جائے۔ تو بتائیے۔ مسلمان کس حوصلہ پر اپنے حقوق کو حاصل کرنے کے لئے میدان میں نکلیں گے۔

سکھوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں سے جو کچھ کیا۔ اس کا عشر عشیر بھی خیر الدین نے نہیں کیا تھا۔ ظفروال کے سکھ کوئی خدا تو نہیں۔ کہ وہ تو جو سلوک چاہیں مسلمانوں سے کریں۔ لیکن ان کی شان میں ادنےٰ سے ادنےٰ گستاخی بھی خسران دنیا کا موجب ہو جائے۔ وہ بھی ویسے ہی انسان ہیں جیسے وہاں کے مسلمان۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ان کی اس قدر زیادتیوں پر تو کوئی توجہ ہی نہ کی جائے۔ مگر خیر الدین کو محض ایک کلمہ کہنے کی وجہ سے کشتنی و گردن زدنی قرار دے دیا جائے۔

اگر خیر الدین کے لئے یہ سزا تجویز کرتے وقت تحقیقاتی کمیٹی سکھوں کے لئے ان کی ستم آرائیوں کی وجہ سے کوئی معمولی سزا ہی تجویز کر دیتی۔ تو بھی ایک بات تھی۔ لیکن موجودہ صورت مسلمانوں کی اخلاقیات کو تباہ۔ ان کی غیرتِ ایمانی کو سرد اور جرأت و حوصلہ کو مٹانے والی ہے۔ اس لئے ہم اسے ہرگز ہرگز باعزت سمجھوتہ نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ ایک ایسا فیصلہ سمجھنے پر مجبور ہیں جس سے بحیثیت مجموعی اسلامی مفاد کو نقصان پہونچنے کا احتمال ہے۔

ہندوستان میں اشاعت اسلام کی وجہ

ایک تعلیم یافتہ ہندو مدراس کے ایک انگریزی اخبار "ڈراس و ولٹ" میں لکھتے ہیں:۔

"یہ ایک غلط خیال ہے۔ کہ لاکھوں ہندو مسلمان تاجداروں اور حملہ آوروں کے جبر و تشدد سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے .... جب سلطنت مغلیہ کی سطوت و شوکت کا چراغ گل ہو گیا .... اور پنجاب میں برطانوی حکومت کا علم بلند ہو گیا۔ تو مسلمانوں کے سیاسی تفوق کا عملاً خاتمہ ہو چکا تھا۔ لیکن اس انقلاب کے باوجود ہندوؤں کے اسلام قبول کرنے کا سلسلہ کبھی بند نہ ہوا۔ اگرچہ ہندوؤں کو یہ امر ناگوار گذرے گا۔ مگر ہمیں اس سچائی کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ کہ اگر ہندوؤں نے اسلام کے دامن میں پناہ لی ہے۔ اور اس میں جذب کرنے کی طاقت موجود ہے۔ تو اس کی سوائے اس کے کوئی وجہ نہیں۔ کہ معاشرتی پہلو سے ہندوؤں کے نظام میں بوسیدگی اور ابتری پیدا ہو گئی ہے۔"

(بحوالہ "گورو گھنٹال" ۹ر فروری)

آج سے تھوڑا ہی عرصہ قبل ہندو عدم علم کی وجہ سے اشاعت اسلام کو کلیتہً زور شمشیر کا نتیجہ بتایا کرتے تھے۔ لیکن اب کہ آفتاب علم کی ضیا پاشیوں کے باعث انہیں اپنے مذہب کی خامیوں کا احساس ہونے لگا ہے۔ ان کے اندر ہندوستان میں اشاعت اسلام کا اصل سبب سمجھنے کی اہمیت بھی زیادہ پیدا ہوتی جاتی ہے۔

جماعت احمدیہ کی قربانیاں اغیار کی نظر میں

آریہ اخبار "پرکاش" (۹ر فروری) لکھتا ہے:۔

"آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب کے دفتر کا مقابلہ قادیان کے محکموں سے کیا؟ یہاں ڈھائی آدمی ہیں۔ اور وہ بھی معمولی تنخواہ کے۔ تو وہاں باقاعدہ گورنمنٹ قائم ہے .... دنیا کا کوئی ملک نہیں۔ جہاں احمدی مشن نہ ہو .... احمدی مشن افریقہ کے ایک ایک ملک کے علاوہ انگلینڈ۔ فرانس۔ جرمنی۔ امریکہ وغیرہ تمام مغربی ممالک میں ہیں۔ نیویارک یا لنڈن میں ہمارا کوئی مشنری جائے۔ تو اسے سستانے کو جگہ نہیں ملتی۔ لیکن احمدیوں کی ایک چھوڑ دو مسجدیں لنڈن میں ہی ہیں۔ ایک ایک مشن پر ہزاروں روپیہ سالانہ خرچ آتا ہے .... جس کا انحصار غریب احمدیوں کی جیبوں پر ہے۔ لیکن آریہ سماج اس وقت تک ایک بھی مشن غیر ممالک میں قائم نہیں کر سکا۔ غیر ممالک میں کیا کرے گا۔ اپنے ملک میں ہی پرچار کا کام دن بدن ڈھیلا ہوتا ہے"

"پرکاش" نے آریوں کو احمدیہ جماعت سے پیچھے رہنے کا طعنہ تو دے دیا ہے۔ لیکن اُسے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہر قوم اپنے نصب العین کے مطابق ہی قربانی کیا کرتی ہے۔ احمدیوں کے سامنے اسلام جیسے دین الفطرت اور مکمل مذہب کی اشاعت ہے۔ جو انہیں باوجود غربت کے ہر قربانی کے لئے آمادہ کر سکتی ہے۔ لیکن ہندوؤں کے سامنے کیا ہے۔ وہی ہندو دھرم جس کے ایک ایک اصول کو وہ ناقابل عمل تسلیم کر کے اسے نہ صرف خود ترک کر رہے ہیں۔ بلکہ اُسے ملک سے معدوم کرنے کے لئے حکومت کی امداد بھی لے رہے ہیں۔ پھر جس مذہب کو وہ خود ترک کر رہے ہیں۔ اسے دوسروں تک پہونچانے کے لئے ان کے اندر جوش اور ولولہ کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔

ظفروال میں پھر فساد

ایڈیٹوریل لکھا جا چکا تھا۔ کہ اطلاع ملی - ظفروال میں مسلمانوں پر سکھوں نے پھر ظلم و تشدد شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ "۸۔ فروری کی شام اور ۹۔ فروری کی صبح کو انہوں نے متعدد مسلمانوں اور ان کی عورتوں کو بھی بہت بُری طرح زدو کوب کیا۔ زخمیوں میں ایک کی حالت اندیشناک ہے۔ پولیس سکھوں کے جبر و تشدد کے باوجود خاموش ہے۔"

اگر یہ اطلاع درست ہے۔ تو ہمیں کہنا پڑے گا۔ اس کی زیادہ تر ذمہ داری ان مسلمانوں پر عاید ہوتی ہے۔ جنہوں نے اذان جیسا واجبی اور مذہبی حق حاصل کرنے کے لئے دب کر صلح کی۔ اور سکھوں سے بلا وجہ معافی مانگ کر اور میاں خیر الدین صاحب کو وہاں سے خارج کر کے سکھوں کے حوصلوں کو بڑھا اور مسلمانوں کو اور پست کر دیا۔

اخبار انقلاب میں یہ خبر مولانا اسمٰعیل صاحب غزنوی کی طرف سے درج ہوئی ہے۔ لیکن انہوں نے اس امر کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ کہ اب وہ اس معاملہ میں کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور کن تجاویز اور تدابیر سے اس صورت حالات کا مقابلہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

بہر حال ہم قبل از وقت جتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ اگر اس معاملہ میں پورے استقلال کے ساتھ اسلامی وقار کو قائم رکھنے کے لئے ہر قسم کی قربانی نہ کی گئی۔ تو تمام ملک میں مسلمانوں کو من حیث القوم سخت نقصان پہونچے گا۔ اور ان کی ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور اس کے علاوہ ہر قوم ان کے حقوق غصب کرنے کے معاملہ میں زیادہ دلیر ہو جائے گی۔

ہندوستان کے افلاس کی وجہ

حال میں ہندوستانی ایوان تجارت کا سالانہ اجلاس بمقام کلکتہ منعقد ہوا۔ جس کے صدر نے اپنی صدارتی تقریر میں ہندوستان کے افلاس کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:۔

"ہندوستان کے افلاس کی اصل وجہ ملکی صنعت و حرفت اور تجارت کا تنزل ہے ..... حکومت ہند کو اپنی اس پالیسی کو قطعی ترک کر دینا چاہیئے جس پر وہ اب تک عمل پیرا رہی ہے۔ اور صنعتی اور حرفتی اداروں کی حفاظت اور تجارت کو فروغ دینا چاہیئے۔ تا ہندوستان کی وہ تمام مالی۔ اخلاقی۔ اور معاشرتی کمزوریاں دور ہو سکیں۔ جو بیکاری کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں۔" (ہمت ۱۰۔ فروری)

ایک ماہر تجارت کی یہ رائے واقعی قابل قدر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ صنعتی۔ حرفتی اور تجارتی لحاظ سے پسماندہ ہونے کی وجہ ہندوستان کی اقتصادی حالت نہایت ہی پست ہے۔

ہندوستان کے حالات کا بنظر غور مطالعہ کرنے والے اصحاب خوب جانتے ہیں۔ کہ ملک کے اندر سیاسی بے چینی اور شورش کی وجہ بہت حد تک بیکاری اور بیروزگاری ہے۔ جن تعلیم یافتہ نوجوانوں کو کوئی کام اور مشغلہ نہیں ملتا۔ ان کے دلوں میں حکومت کے خلاف غم و غصہ کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اس لئے وہ شورش اور انقلاب پسند لوگوں کے ہتھے بآسانی چڑھ جاتے ہیں۔

اس لئے اگر حکومت ملک کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لئے جدوجہد کرے۔ اور پورے ذرائع کو استعمال کرے۔ تو جہاں بحیثیت حکومت اس پر جو ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ اس سے سبکدوش ہو گی وہاں ملک کے اندر اس کی ہر دلعزیزی بھی نسبتاً بڑھ جائے گی۔

ہندوؤں کی توہم پرستی

چونکہ شہر دہلی میں بندروں نے بہت اودھم مچا رکھا ہے۔ اور باشندگان دہلی کے لئے ان کا وجود صدر رقبہ تکلیف دہ ثابت ہو رہا ہے اس لئے ۵۔ فروری کو دہلی میونسپلٹی میں یہ تحریک پیش ہوئی۔ کہ بندروں کو پکڑ کر شہر سے باہر نکال دیا جائے۔

بات نہایت معمولی تھی۔ لیکن ہندو ممبروں نے اسے بھی اپنے مذہب میں مداخلت سے تعبیر کیا۔ اور اس بنا پر اس تحریک کی مخالفت کی۔ کہ ہندو اس جانور کو پوجتے ہیں۔ اگر یہ تجویز منظور ہو گئی۔ تو مخالفت کا ایک طوفان برپا ہو جائے گا۔

میونسپلٹی کے لئے جو لوگ ممبر منتخب ہوتے ہیں۔ وہ عام طور پر تعلیم یافتہ۔ سمجھدار مہذب و متمدن اور با اثر سمجھے جاتے ہیں۔ اور جب ایسے شائستہ لوگوں کی توہم پرستی کا یہ عالم ہو۔ کہ وہ بندروں کے شہر بدر کرنے کو مداخلت فی المذہب قرار دیں۔ تو عوام الناس کی جو حالت ہو گی۔ اس کا کیا کہنا ہے۔ اس ملک کی بدقسمتی پر کیسے افسوس نہ کیا جائے جس کے چیدہ لوگوں کی ایسی تنگ ذہنیت ہو۔

اخبار الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۳۰ء

حضرت مسیح موعودؑ پر ایک اتہام

عیسائی اخبار "نور افشاں" اپنی ۷ فروری کی اشاعت میں دھرم بھکشو کی دلآزار کتاب "کلام الرحمٰن وید ہے۔ یا قرآن" پر لسّے زنی کرتا ہوا لکھتا ہے:-

"اگر مسلمانوں کا یہ خیال درست ہے۔ کہ دھرم بھکشو نے آنحضرتؐ کی بے عزتی کی ہے۔ اس لئے وہ سزا کا مستحق ہے۔ تو مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق ان کی کیا رائے ہے۔ جس نے ہمارے منجی اور مسلمانوں کے ایک اولوالعزم نبی حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اس قدر گندی گالیاں دی ہیں۔ جو دھرم بھکشو کے خواب وخیال میں بھی نہ آئی ہوں"

حالانکہ یہ سراسر افترا پردازی اور غلط گوئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ صرف حضرت عیسیٰؑ کی شان میں کوئی ناگوار لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ اپنی مقدس تصانیف میں متعدد مقامات پر اس الزام ناروا کی تردید کی ہے۔ اور حضرت مسیحؑ کو اللہ تعالےٰ کا رسول اور پاکباز انسان تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

"ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو خدا تعالےٰ کا سچا اور پاکباز اور راستباز نبی مانیں۔ اور ان کی نبوت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ ہی نہیں ہے۔ جو ان کی شان بزرگ کے خلاف ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے۔ تو وہ دھوکا کھانے والا اور جھوٹا ہے۔" (ایام الصلح ٹائٹل پیج)

حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ نے اس یسوع کے متعلق جسے عیسائی مدعیٔ الوہیت اور خدا کا بیٹا یقین کرتے ہیں۔ انجیل کے حوالجات کی بناء پر بعض باتیں لکھی ہیں۔ جن کی غرض محض یہ تھی۔ کہ پادریوں کو جو حضرت خاتم الانبیا رسید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات قدسی صفات پر ناپاک اور کمینے الزام لگاتے ہیں یہ بتائیں کہ اگر بے بنیاد اور ضعیف روایات کی بنا پر الزام لگانے سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان پر کوئی حرف آسکتا ہے۔ تو پھر تمہارے منجی اور خداوند یسوع کو کیا سمجھا جائے جس کی نسبت خود انجیل ایسی باتیں بیان کرتی ہے۔ جو کسی معمولی انسان کے بھی شایان شان نہیں۔

گویا اس طرح پر آپ نے بدزبان پادریوں کو جو مسلمانوں کے محبوب ترین آقا سید الانبیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان والاشان میں زبان درازی اور گندہ دہنی میں حد سے تجاوز کر گئے تھے۔ ان کے گھر کی طرف توجہ دلائی۔ اور ان کے ناپاک حملوں کو نہ صرف رد کیا۔ بلکہ ان کے اس بوسیدہ قلعہ پر حملہ کر کے ان کے لئے جان بچانی مشکل کر دی۔

شذرات

کچھ روز ہوئے۔ لالہ خوشحال چند جی خورسند مدیر "ملاپ" ایک قابلِ اعتراض مضمون کی اشاعت کے جرم میں ماخوذ ہو گئے۔ اور ہزار سعی اور جدوجہد کے باوجود اس دن ضمانت نہ ہو سکی۔ اور آپ جیل میں بند کر دئے گئے۔ جہاں پورے تین روز تک آپ "فسانہ آزاد" کا مطالعہ کرتے رہے۔ ضمانت پر رہا ہونے کے بعد آپ نے "جیل میں میرے تین دن" کے عنوان سے "ملاپ" میں ایک سلسلہ مضامین شروع کر رکھا ہے۔ جس کے دوران میں ایک جگہ آپ لکھتے ہیں:-

"جیل والوں نے مجھے کہا۔ کہ آپ سپیشل کلاس کے قیدی ہیں۔ اس لئے آپ کو جیل کی طرف سے باراں آنہ روز کی خوراک مل سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی یہی بہتر ہے۔ کہ آپ گھر سے کھانا منگوائیں"

"باراں آنہ" کی دل آویز اور پُر فصاحت بندش پر جو دراصل "بارہ آنہ" کی اصلاح یافتہ صورت ہے۔ کوئی اعتراض کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ اس کی ذمہ داری اٹھانے کے لئے کاتب کی ذات موجود ہے۔ لیکن "جیل والوں" کے اس ہمدردانہ مشورہ کا جو جواب لالہ جی نے دیا۔ اس کی داد نہ دینا یقیناً ظلم عظیم ہے۔ لکھتے ہیں:-

"میں نے کہا۔ بارہ آنہ روزانہ کی کسر کیوں کھاؤں"

"جیل والوں" نے تو بہت کوشش کی۔ کہ لالہ جی کو "باراں آنہ کی کسر کھلائیں" لیکن آپ کچھ بھی ہو۔ آخر اس قوم کے فرزند ہیں جس کے متعلق مشہور ہے۔ کہ "کسر کھانے کے" بجائے زہر کھا لینا اس کے لئے زیادہ آسان ہے۔ چنانچہ آپ نے بھی اپنی قومی روایات کو پورے استقلال سے برقرار رکھا۔ اور "جیل والوں" کی باتوں میں آکر "کسر کھانے کے" بجائے "صبح کے وقت چائے اور مکھن" اڑاتے رہے۔ اور "رات کو گرم دودھ"

اس چائے۔ مکھن اور دودھ کا کچھ ایسا چسکا پڑا۔ کہ آپ آتے ہوئے ایک اور قیدی سے وعدہ کر آئے۔ کہ:-

"اگر آج ضمانت ہو گئی۔ تو پھر جلدی یہاں آؤں گا۔ اور کچھ عرصہ مستقل طور پر رہوں گا"

اس سُنت کی چائے۔ مکھن اور گرم دودھ کی کشش دیکھئے۔ کہ وہی لالہ جی جو جیل کے نام سے کانپ اٹھتے تھے۔ برضا ورغبت جیل جانے پر آمادگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ ہم خدا تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو یہ وعدہ پورا کرنے۔ اور "کچھ عرصہ مستقل طور پر" جیل میں رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ اپنی اس آرزو کے بر آنے اور اس وعدہ کو پورا کرنے کا خیال رکھتے ہوئے اس مقدمہ کی پیروی کے لئے لالہ جی کسی وکیل کی خدمات حاصل نہیں کرینگے۔ کیونکہ اس صورت میں "مستقل طور پر" وہاں ٹھیرنے کا امکان کم ہو جائے گا۔

"ملاپ" نے ۷۔ فروری کو لکھا تھا۔ کہ ظفروال کا جھگڑا "قادیانیوں کی شرارت سے پیدا ہوا" اور اشاعت ۹۔ فروری میں لکھا ہے:-

"یہ شرارت اذان کمیٹی۔ اور ۵۶۔ فیصدی والوں کی مہربانی کا نتیجہ ہے"

اگر لالہ خوشحال چند جی کو جیل میں "کچھ عرصہ مستقل طور پر" سستانے اور "مفت کی" چائے۔ مکھن اور گرم دودھ" سے اپنے کام ودہن کو لذت اندوز اور دماغ کو تروتازہ کرنے کا موقعہ مل گیا۔ تو امید ہے "ملاپ" میں کچھ عرصہ کے لئے ایسی بدحواسیوں کی روک تھام ہو جائیگی۔

---

۲ فروری ۱۹۳۰ء کو یہ خبر مشہور ہوئی تھی۔ کہ ظفروال کے سکھوں نے مسلمانوں کو اذان کی اجازت دے دی ہے۔ اس خبر کے سُنتے ہی بٹالہ کی کسی "انجمن سبّاب المسلمین" کے سکرٹری حاجی عبد الغنی صاحبؒ نے اخبارات کو بذریعہ تار اطلاع دی:-

"ظفروال کے باشندوں نے کہا۔ ہماری قادیانیوں سے عداوت ہے۔ چونکہ ہمارا اب اس بارہ میں اطمینان ہو گیا ہے۔ کہ ہمارے موضع کے رہنے والے مسلمانوں کا مرزا کے پیروں سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے۔ اس لئے ہمارا ان کے اذان دینے پر کوئی اعتراض نہیں"

لیکن یہ اطمینان ہو چکنے کے بعد بھی جب ۵۔ تاریخ کو مسلمان اذان دینے لگے۔ تو سکھوں نے مزاحمت کر کے سباب المسلمین کے سکرٹری صاحب کی ناک کاٹ ڈالی۔ اور انہیں کہیں بھی منہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑا۔

ملفوظات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

۲۹ جنوری بعد نماز عصر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے ایک نکاح کا اعلان فرماتے ہوئے آیات مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دُنیا میں جس قدر

فتنے اور جھگڑے

پیدا ہوتے ہیں۔ اگر ان پر غور کیا جائے۔ تو ان کا

اصل موجب

قول سدید کا نہ ہونا ہوتا ہے۔ دُنیا میں اکثر لوگ تو اس مرض میں مبتلا دیکھے گئے ہیں۔ کہ وُہ عادتاً جھوٹ بولتے ہیں پھر کئی ایسے ہوتے ہیں۔ جو عادتاً تو نہیں بولتے۔ لیکن ضرورت کے موقعہ پر ارادتاً جھوٹ بول لیتے ہیں۔ پھر بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو ارادتاً تو جھوٹ نہیں بولتے۔ لیکن ان کی طبیعت ایسی کمزور ہوتی ہے۔ کہ ڈر کے موقعہ پر غلط بات ان کے مونہہ سے نکل جاتی ہے۔ یہ ڈر بھی آگے کئی قسم کا ہوتا ہے۔ کئی تو ایسے ہوتے ہیں جنہیں اپنے کسی مقصد میں ناکام رہنے کی وجہ سے نقصان کا ڈر ہوتا ہے۔ اور کئی ایسے ہوتے ہیں جن کو نقصان کا تو کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ لیکن فائدہ کے ہاتھ سے چلے جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ اس لئے فائدہ کے حصول کی امید میں وُہ جھوٹ بول دیتے ہیں۔ اور پھر کئی لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں کسی فائدہ کی امید تو نہیں ہوتی۔ لیکن محض

ہر دلعزیزی

حاصل کرنے کے لئے جھوٹ بول دیتے ہیں۔ یعنی جس نے جو بات کہی اس کے سامنے "جی ہاں ٹھیک ہے" کہدیتے ہیں۔ ایسے لوگ

دُنیا کی آواز

اور اس کی رائے کو ہی اپنا خدا یقین کرتے ہیں۔ اور ان میں یہ جُرأت نہیں ہوتی۔ کہ سچائی سے اپنی ذاتی رائے ظاہر کر دیں جیسی مجلس ہو۔ وُہ ویسا ہی خیال وہاں ظاہر کر دیتے ہیں۔ اگرچہ خود دل میں بُرا بھی محسوس کرتے ہوں۔

پھر اس سے بڑھ کر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو اپنے خیال میں سچ بولنے والے ہوتے ہیں۔ جو وُہ کہتے ہیں۔ وہ کذب تو بے شک نہیں ہوتا۔ لیکن

قول غیر سدید

ضرور ہوتا ہے۔ عربی زبان میں قول سدید اور قول صادق میں فرق ہے۔ دیگر مذاہب صرف یہ تعلیم دیتے ہیں۔ کہ سچ بولو لیکن اسلام کی یہ تعلیم ہے۔ کہ تمہارا قول سچا اور ساتھ ہی سدید بھی ہونا چاہیئے۔ یہ عین ممکن ہے۔ کہ ایک قول قولِ صدق ہو۔ لیکن قول سدید نہ ہو لیکن قولِ سدید قول صدق ضرور ہوتا ہے۔

قول سدید کے معنے

یہ ہیں۔ کہ اس میں کوئی کجی نہ ہو۔ اور وُہ نہ صرف معناً سچ ہو۔ بلکہ ان مخفی خیالات کے لحاظ سے بھی سچ ہو۔ جو انسان بات کرتے وقت اپنے دل میں پوشیدہ رکھتا ہے۔ یہ نہ ہو کہ اس کی بات تو سچی ہو۔ لیکن جو مفہوم وُہ اس بات سے دُوسرے کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہے۔ وُہ صحیح نہ ہو۔ اور پھر یہ بھی نہ ہو۔ کہ اس کے دل میں تو اور مفہوم ہے۔ لیکن دُوسرا اس کی بات سے کچھ اَور سمجھ رہا ہو۔ مگر جب موقعہ آئے۔ اور دُوسرا گرفت کرے۔ تو کہہ دے۔ میرا تو یہ مطلب نہ تھا۔ جیسے کچھ سال ہوئے۔ ساؤتھ افریقہ میں یہ سوال پیدا ہُوا۔ کہ وہاں ہندوستانیوں کو کیا حقوق دئیے جائیں۔ بعض انگریزوں نے کہا۔ کہ ہندوستانی ایسٹ افریقہ لے لیں۔ لیکن بعد میں وہاں بھی انگریزوں نے قبضہ کر لیا۔ جب اس پر اعتراض کیا گیا۔ تو کہدیا۔ ہم نے کہا تھا۔ لے لو۔ مگر تم نے لیا نہیں۔ اگر تصفیہ کر لیتے۔ تو ہم اس پر قابض نہ ہوتے۔

تو بعض باتیں قول صدق ہوتی ہیں۔ لیکن قولِ سدید نہیں ہوتیں۔ مگر اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ کہ ہمیشہ قولِ سدید ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بہت سے جھگڑے اور تفرقے قولِ سدید نہ ہونے کے سبب ہی پیدا ہوتے ہیں۔

خصوصاً بیاہ شادی کے تنازعات

بعض لوگ کلام ایسے مخفی طور پر کرتے ہیں۔ کہ خود ان کے نزدیک تو اس کا مفہوم اور ہوتا ہے۔ لیکن سمجھنے والا اَور مفہوم لیتا ہے۔ اور ایسے

ڈپلومیٹک الفاظ

استعمال کئے جاتے ہیں۔ کہ جن سے دونوں مفہوم نکل سکیں۔ ایک لڑکا اپنے والدین کو روپیہ دیتا رہتا ہے۔ جس سے وُہ اس سے بہت خوش رہتے ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب وُہ جائداد پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ تو جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے۔ دونوں میں روپیہ کے متعلق کوئی تشریح تو موجود نہیں ہوتی۔ لیکن والدین یہی سمجھتے ہیں۔ کہ بلحاظ اولاد ہمیں یہ رقم بطور نذرانہ دیتا ہے۔ اور جب وُہ اس کے عوض میں جائداد پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ تو بُرا مناتے ہیں۔ اور باہمی تنازعہ شروع ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ محض قول سدید کا نہ ہونا ہے۔ اگر روپیہ دیتے وقت یا والدین لیتے وقت اپنے اپنے خیال کو ظاہر کر دیتے تو یہ نوبت نہ آتی۔

میں

اپنے تجربہ کی بناء پر

کہہ سکتا ہوں۔ کہ بہت سی لڑائیاں اور جھگڑے اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ کہ ابتداء میں صفائی سے کھول کر بات چیت نہیں کر لی جاتی۔ ایک ہی بات کا کوئی کچھ مفہوم سمجھتا ہے۔ اور کوئی کچھ۔ اور جب یوم الدین یعنی

فیصلہ کا وقت

آتا ہے۔ تو اصل بات ظاہر ہوتی ہے۔ اور جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر فریقین قول سدید کریں۔ تو ممکن ہے۔ اس وقت کچھ جھگڑا یا قدرے بدمزگی پیدا ہو جائے۔ لیکن بعد میں

ہمیشہ کے لئے سُکھ

ہے۔ اور شادی کا معاملہ کرتے وقت اگر تمام شرائط صاف الفاظ میں۔ اور پُوری وضاحت سے طے کر لی جائیں اور کوئی غلط فہمی درمیان میں نہ رہنے دی جائے۔ تو بعد میں بہت کم جھگڑوں کا احتمال ہو سکتا ہے۔ مگر صاف الفاظ کے یہ معنے بھی نہیں۔ کہ دُوسرے کو گالی دی جائے۔ صاف بات بھی نرمی سے کہی جا سکتی ہے۔ اور دراصل اخلاق نام ہی اس پالش کا ہے۔ جو انسان بات کرتے وقت اختیار کرتا ہے۔ بیشک اخلاق انسانیت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے بعض باتیں انسانیت سے تعلق رکھتی ہیں۔ پھر انسانیت کے بعد دوسرا درجہ ہوتا ہے۔ کہ

عادات واخلاق کی پالش

کی جائے۔ مثلاً اگر کوئی دُوسرے شخص کو مارتا ہے۔ تو اگر میں اخلاق کا باریک فلسفہ بیان کروں۔ تو یہی کہونگا کہ وُہ انسان نہیں۔ کیونکہ یہ بات انسانیت سے تعلق رکھتی ہے۔ کہ کِسی کو مارا نہ جائے۔ لیکن بات کرتے وقت اگر آداب کو اختیار نہ کیا جائے۔ اور لب ولہجہ تُرش ہے۔ تو یہ

اخلاق کا سوال

ہے۔ پس قول سدید کے یہ معنے نہیں۔ کہ جو مونہہ میں آیا بکتے چلے گئے۔ بلکہ اسے بھی

خاص حدود کے اندر

رکھنا چاہیئے۔ اور انسان کو چاہیئے۔ دوسرے کے جذبات کا بھی خیال رکھے۔ اور یہ بھی دیکھے۔ کہ دوسرے پر اس کی بات کا کیا اثر ہوگا۔ اور اگر ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھا جائے۔ اور قول سدید کو اخلاق سے برتا جائے۔ تو کسی جھگڑے کا موجب نہیں ہوگا۔ اور کوئی ناراضگی پیدا نہیں ہوگی۔ اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے۔ کہ ہم اپنے کسی دوست کو بلانا چاہتے ہیں۔ لیکن کہتے ہیں۔ اگر آنا ہو۔ تو آؤ۔ نہیں تو نہ سہی۔ اب یہ قول سدید تو ہے۔ لیکن اس سے دوسرے کا دل ضرور دُکھے گا۔

اگر انسان ہمیشہ بات ایسی کہے جو

ظاہراً و باطناً

ایک ہی مفہوم رکھتی ہو۔ اور ساتھ ہی اسے ایسے رنگ میں پیش کرے۔ کہ دوسرے پر بُرا اثر بھی نہ پڑے۔ تو ایسی صلح کی بنیاد قائم ہو سکتی ہے۔ جس سے ہمیشہ آپس میں پیار اور محبت رہے۔ لیکن دل میں کچھ رکھنا اور ظاہر کچھ کرنا ہمیشہ

فتنہ کا موجب ہوتا

ہے۔ ایک شخص اپنی بیوی کو زیور بنا کر دیتا ہے۔ بیوی اسے پہنتی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب وہ چاہتا ہے۔ کہ اسے فروخت کر کے مکان بنوا لے۔ تو جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے۔ بیوی کہتی ہے اس نے مجھے دے دیا تھا۔ اور میں اس کی مالک ہوں۔ اسے واپس لینے کا کوئی حق نہیں۔ لیکن خاوند کہتا ہے۔ میں تو اس لئے دیتا رہا ہوں۔ کہ یہ پہنے۔ اور میں اس کی سجاوٹ دیکھ کر مسرت حاصل کروں۔ میرا یہ مقصد ہرگز نہ تھا۔ کہ تمام زیور اس کی ملکیت میں دے دوں۔ اب دونوں ہی سچے ہیں۔ لیکن جھگڑے کی وجہ صرف قول غیر سدید ہے۔ اگر قبل از وقت معاملہ کی وضاحت ہو جاتی۔ تو کبھی یہ نتیجہ نہ ہوتا۔ پس خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ اکثر جھگڑے ایسی باتوں سے ہی پیدا ہوتے ہیں جو اگرچہ جھوٹ تو نہیں ہوتیں۔ لیکن بہ باطن ان میں فریب مُضمر ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام یہی تعلیم دیتا ہے۔ کہ ہمیشہ ایسی بات کہو جس میں پیچ نہ ہو۔ اور جس کے متعلق تم یہ نہ کہو۔ کہ میری بات سچ ہے۔ بلکہ یہ کہہ سکو۔ کہ میرا قول سدید ہے۔ اور اس میں کوئی پیچ نہیں ؛

مباحثہ کلانور

بمقام کلانور مباحثہ مابین جماعت احمدیہ و غیر احمدیاں ۲۰-۲۱-۲۲ جنوری ۱۹۳۷ء ہوا۔ مولوی عبد الرحیم شاہ نے بہت دریدہ دہنی اور بدزبانی سے کام لیا۔ مگر بعض شرفا کے دلوں پر اس کا اثر ہمارے حق میں اچھا ہوا۔ ایک زمیندار علاقہ کلانور نے جو اس وقت مناظرہ میں موجود تھے۔ بیعت اس بنا پر کی ہے۔ کہ آپ لوگوں کی طرف سے جو واقعی قرآن اور حدیث سے دلائل دیئے جاتے تھے۔ اور ان کے مولوی نے ان کو چھوا تک نہیں۔ اور تمسخر سے دیگر دلائل میں الجھا رہا۔ والسلام۔ (خاکسار مرزا مبارک بیگ عفی اللہ عنہ)

خدا کی بادشاہت کا ظہور فاران کی چوٹیوں پر

حضرت مسیح کی آمد کا مقصد

تکوین خلق سے قدرت کو اس گوہر بے مثل کا منصۂ ظہور پر لانا مطلوب تھا جس کے لئے انبیاء پیشگوئیاں کرتے رہے۔ اور جو اس سلسلہ کائنات۔ اولین و آخرین کے لئے جائے فخر ہے اس کی آمد خدا کی آمد۔ اس کا ظہور رب العالمین کا ظہور قرار دیا گیا۔ سب نبی بلا استثناء اس موعود اعظم کی خبر دیتے آئے۔ اور اس باب میں حضرت مسیح علیہ السلام آخری پیغامبر تھے۔ جو اہل دنیا کے لئے سید الورٰی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا نشان تھے۔ اب وقت آچکا تھا۔ کہ نسل اسمٰعیل اپنی جانگداز قربانیوں اور روح فرسا مصائب کے بعد خدا کے انعامات کی وارث ہو۔ اور تا آسمانی نوشتہ پورا ہو۔ جو کہا گیا تھا۔ کہ:-

"اے بانجھ! تو جس کے اولاد نہیں ہوتی۔ خوشی منا۔ تو جو دردِ زہ سے ناواقف ہے۔ آواز بلند کر کے چلا۔ کیونکہ بیکس چھوڑی ہوئی کی اولاد شوہر والی کی اولاد سے زیادہ ہوگی"۔

یسعیاہ ۵۴/۱

چنانچہ ان نوشتوں کے مطابق خدا تعالےٰ کا سب سے بڑا رسول دنیا میں مبعوث ہوا۔ مگر افسوس کہ خود وہی لوگ جو ان پیشگوئیوں کے حامل تھے۔ اس کے منکر ہو گئے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا مشن تزکیہ نفس و اصلاح خلق کے علاوہ صرف اس بات کے لئے مخصوص تھا۔ کہ مستقبل قریب میں جلال الٰہی کے ظہور کی بشارت دیں۔ اور اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوں۔ جو روز ازل سے ان پر رکھی گئی تھی۔ جس طرح حضرت موسےٰؑ نے اس موعود اعظم کا مقام بعثت بتاتے ہوئے فرمایا۔ کہ:-

"خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی"۔ (استثناء ۳۳/۲)

گویا اس کی آمد کو خدا تعالےٰ کی تجلی قرار دیا۔ اسی طرح انگوری باغ کی تمثیل میں حضرت مسیحؑ نے اس کے آنے کو خدا تعالےٰ مالک جہان کا آنا ظاہر فرماتے ہوئے صاف کہہ دیا تھا:-

"خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے۔ دیدی جائیگی۔ اور جو اس پتھر پر گریگا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے۔ مگر جس پر وہ گرے گا۔ اسے پیس ڈالیگا"۔ (متی ۲۱/۴۳-۴۴)

حضرت مسیحؑ کو خوب معلوم تھا۔ کہ فرزندان تاریکی آفتاب صداقت کے ظہور پر آنکھیں بند کر کے کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ ہمیں تمہارے ماننے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس الہامی کتاب موجود ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی موجودگی کے باوجود اس موعود کی ضرورت کو بایں الفاظ ظاہر فرمایا:-

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ (النبی) یعنی سچائی کی روح آئیگا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا"۔ (یوحنا ۱۶/۱۲-۱۳)

تا اس وقت عیسائی لوگ بھی اسی ہلاکت آفریں راہ کو اختیار نہ کریں۔ مگر افسوس۔ کہ جس بات کا عیسائیوں کے متعلق حضرت مسیحؑ کو خطرہ تھا۔ وہ واقع ہو گئی۔ اور ان کے کہلانے والے متبع "الیوم اکملت لکم دینکم" کی منادی سے برگشتہ ہو گئے۔ اور انہوں نے حضرت مسیحؑ کو ہی منتہائے سلسلہ خلق قرار دیدیا۔ حالانکہ درحقیقت ان کی بعثت محض انجیل (بشارت فارقلیط) کی منادی کے لئے تھی۔ و بس۔ اور آج یہ حضرت مسیحؑ پر بہت بڑا الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے خود کسی مستقل مذہب کی بنا ڈالی۔ حالانکہ ایک طرف انہوں نے تورات کے ناسخ یا ناقابل عمل قرار دینے والے کی حیثیت میں ہونے سے انکار فرمایا ہے۔ بلکہ اس شریعت کے ایک شوشہ کو آسمان و زمین کے ٹلنے سے زیادہ ناممکن بتایا ہے۔ اور دوسری طرف اپنی باتوں کو نامکمل ادھوری اور ناقص قرار دے کر آنیوالے موعود کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اناجیل پر غور کرنے سے آپ کا مقصد اولین یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خدا کی بادشاہت کے آنے کی منادی کریں۔ چنانچہ آپؑ نے اپنی بعثت کے روز اول سے اس اعلان کو شروع فرمایا۔

اور دنیا سے رخصت ہونے تک استقلال کے ساتھ اس کے پابند رہے۔ انجیل گواہ ہے۔ کہ یوحنا سے بپتسمہ پانے کے بعد آپ نے اس مشن کا اظہار فرمایا۔ لکھا ہے۔

"اس وقت سے یسوع نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کیا۔ کہ توبہ کرو۔ کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔" (متی ۴/۱۷)

پھر آپ نے اپنے حواریوں کو تبلیغ پر بھیجتے ہوئے فرمایا:۔

"اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا۔ کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔" (متی ۱۰/۷)

پس لازماً ماننا پڑے گا۔ کہ آپ کا اصل مشن یہی تھا کہ آسمان کی بادشاہت کے "نزدیک" آنے کی دنیا کو خوشخبری دیں۔

ہنوز یہ سوال حل طلب ہے۔ کہ "آسمان کی بادشاہت" سے کیا مراد ہے۔ ممکن ہے۔ کوئی عیسائی کہہ دے۔ کہ اس سے خود حضرت مسیحؑ کی آمد مراد ہے۔ تو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اگر آپ کی آمد کو ہی آسمان کی بادشاہت سے تعبیر کیا گیا تھا تو پھر "نزدیک آنے" کے کیا معنی ہوئے۔ وہ تو آ ہی چکی تھی۔ معلوم ہوا۔ کہ آسمان کی بادشاہت سے مراد وہی ہے۔ جو انگوری باغ کی تمثیل میں خدا کی آمد سے تعبیر کی گئی ہے۔ اس کا ایک اور زبردست ثبوت بھی موجود ہے۔ جس سے صاف کھل جاتا ہے۔ کہ آسمان کی بادشاہت سے مراد حضرت مسیحؑ کی بعثت نہ تھی۔ کیونکہ آپ نے اپنے شاگردوں کو بتاکید روزانہ یہ دعا کرنے کا ارشاد فرمایا۔ کہ:۔

"اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے۔ تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہت آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پہ پوری ہوتی ہے۔ زمین پر بھی ہو۔" (متی ۶/۹-۱۰)

اور عیسائی آج تک یہ دعا روزانہ کرتے ہیں۔ پس ظاہر ہے۔ کہ اس بادشاہت آسمانی سے مراد خود حضرت مسیحؑ نہیں ہو سکتے۔ ہمیں اس سے انکار نہیں۔ کہ ہر نبی خدا کی بادشاہت کا مظہر ہوتا ہے۔ مگر اپنی اپنی استعداد کے لحاظ سے سب نبی خدا کی بادشاہت کا ایک گونہ ظہور تھے۔ اور مسیحؑ بھی ان میں شامل ہیں۔ مگر جس آسمانی بادشاہت کے نزدیک آنے کی وہ منادی کرتے رہے۔ وہ ان کی اپنی آمد نہیں۔ اور جس کے لئے وہ عیسائیوں کو دعا سکھلا گئے۔ وہ ان کی بعثت نہ تھی۔ ورنہ یہ تحصیل حاصل ہے۔ لہذا ماننا پڑیگا۔ کہ حضرت مسیحؑ کی اسی آنے والی کے اعلان کنندوں میں سے ایک ہیں۔ جس کا جائے ظہور فاران کا پہاڑ قرار دیا گیا۔ اور اس نداء کے آخری حامل ہونے کی حیثیت سے ان کے مشن کا مغز ہی یہ بشارت عظمےٰ (انجیل) قرار پاگئی۔ غرض حضرت مسیح کا مشن صرف یہی ہے۔ وھو المراد۔

خدا کی بادشاہت آئی۔ مگر افسوس کہ خود نصاریٰ ہی صراط مستقیم سے بھٹک گئے۔ وہ اس بات کے منتظر رہے۔ کہ ظاہری جلال ہیبت ناک تجلی کے ساتھ نرسنگا کی آواز میں آسمان کی بادشاہت کا ظہور ہو۔ حالانکہ حضرت مسیحؑ صاف طور پر فرما گئے تھے۔ کہ:۔

"خدا کی بادشاہت ظاہری طور پر نہ آئیگی۔" (لوقا ۱۷/۲۰)

یعنی بادشاہت تو آئیگی۔ اور ضرور آئیگی۔ مگر ظاہری طور پر نہ آئے گی۔ اس واضح تصریح کے باوجود عیسائیوں کا جادۂ استقامت سے منحرف ہو جانا یقیناً بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ ان لوگوں نے عرب کے دُرِّ یتیم۔ فاران سے جلوہ گر ہونے والے کو اوائل میں بے کس و ناتوان پا کر اس سے اعراض کر لیا۔ حالانکہ انجام کار خود ان کے عیسائی بنادوں کو تسلیم کرنا پڑا۔ کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی "most successful of all prophets and religious personalities." (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۶ صفحہ ۵۹۷)

ثابت ہوئے۔ یعنی" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی سب نبیوں اور مذہبی ہستیوں سے زیادہ کامیاب ہیں۔"

غرض واقعات نے اس بات کو بے نقاب کر دیا۔ کہ اگر کوئی نبی کامل طور پر خدا کی بادشاہت کا مصداق ہو سکتا ہے۔ تو وہ صرف اور صرف سید العرب والعجم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

اسی حقیقت ثابتہ کے پیش نظر قرآن مجید نے انجیل کی طرح یہ دعا نہیں سکھلائی۔ کہ اے خدا تیری بادشاہت آئے اور زمین پر بھی تیری بادشاہت پوری ہو۔ بلکہ اس نے خود اعلان فرمایا۔

" یسبح للّٰہ ما فی السموات وما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم۔ (الآیات۔ (جمعہ ع۱)

کہ اب خدا کی بادشاہت کا ظہور تام ہو چکا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ۔ آسمان و زمین کا چپہ چپہ القدوس خدا کی تعریف اور حمد و ثنا میں حظیرۂ قدس بن رہا ہے۔ اس کی قدوسیت کا کامل ظہور اس "النبی الامی" کے وجود سے ہوگا۔ جو نہ صرف عقلاً "ماذکیا" کے ماتحت خود پاک ہے۔ بلکہ "و یزکیھم" کے مطابق ان گندے گروہ۔ وحشی اور قعر مذلت میں گرے ہوئے لوگوں کو بام رفعت پر پہونچا رہا ہے۔ اور پاکیزگی و طہارت کے نرسنگا سے شیطانی افواج کو میدان سے بھگا رہا ہے۔ دنیا نے دیکھا اور خوب دیکھا۔ کہ خدا کی بادشاہت آئی اور ایسی آئی۔ کہ اب ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس نے ہم کو یتیم نہ چھوڑا۔ بلکہ اپنے وصال کے بعد بھی تاریکیوں کے زمانہ میں اپنے بروزی ظہور سے عاشقان احمدیت کو اپنے کنار عاطفت میں لیا۔ مبارک ہیں۔ وے لوگ جو خدا کی بادشاہت میں داخل ہوں۔ اور اس کی منادی کرنے والے کی آواز پر کان دھریں۔

اللھم صل علی النبی و آلہ ؛ (خاکسار اللہ دتا جالندہری قادیان)

وائسرائے کی جدید مکان کی آرائش

ہندوستانی مصوّر قسمت آزمائیں

ہز ایکسی لنسی وائسرائے کے لئے جو جدید عمارت بن کر تیار ہوئی ہے۔ اس کی نمائش کے لئے تصویروں کی ضرورت ہے۔ اس کے متعلق یہ طے پا چکا ہے۔ کہ اب سے بیشتر آرائش اور تصویریں ہندوستانی مصوروں کے ہاتھ کی ہوں گی۔ چنانچہ اس کے لئے ہز ایکسی لنسی نے تمام ہندوستانی مصورین کو دعوت دی ہے۔ کہ وہ آئیں۔ اور قسمت آزمائی کریں۔ عمارت کے ایک کمرہ کے لئے چار تصویریں قرار پائی ہیں۔ جو موجودہ تاجدار انگلستان جارج پنجم۔ اور ان کی ملکہ میری اور آنجہانی ایڈورڈ ہفتم اور ان کی ملکہ الگزینڈرا کی ہوں گی۔ آئندہ ۲۰ فروری سے جو فنون لطیفہ کی نمائش شروع ہوگی۔ اس میں قسمت آزمائی کرنے والے مصورین اپنے اپنے کمال فن کے نمونے پیش کریں اور جو سب میں بہتر سمجھا جائے گا۔ اسے ہز ایکسی لنسی ایک خاص انعام دیں گے۔ اور اگر اس کا انتخاب مذکورۃ الصدر تصاویر کے بنانے کے لئے ہو گیا۔ تو اسے انگلستان جانا پڑے گا۔ اور اگر کوئی مصور ہندوستان میں اس قابل نہ نکلا۔ تو پھر انگلستان میں جتنے ہندوستانی مصور ہیں۔ انہیں آزمایا جائے گا۔ اس نمائش میں جو تصویریں پیش کی جائیں گی۔ وہ اگر معیار کے مطابق اتریں۔ اور پسند بھی آئیں تو اس عمارت کی آرائش کے لئے خرید لی جائیں گی۔

ان امور کے متعلق تفصیلی معلومات مسٹر ایس۔ کے سین۔ اعزازی سکرٹری نمائش فنون لطیفہ ہندو کالج دہلی سے فراہم کی جا سکتی ہیں۔

14.2.30 صفحہ ۶

14.2.30 نمبر ۹

ختم نبوت کی حقیقت

مسئلہ ختم نبوت اور قرآن کریم

لفظ ختم کے معنی

مسئلہ ختم نبوت اور قرآن کریم کی سرخی کے نیچے صرف لفظ ختم کے مشتقات کے لحاظ سے کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ اور مسئلہ اجرائے نبوت کے متعلق قرآن کریم سے تائیدی شواہد کا پیش کرنا اجرائے نبوت کی سرخی کے ماتحت اپنے محل اور موقع پر بعد میں ہوگا۔

قرآن کریم سے آیت ختم اللّٰہ علٰی قلوبھم اور آیت الیوم نختم علٰی افواھھم وتکلمنا ایدیھم اور آیت ختامہٗ مسک سے ختم کے مشتقات کو پیش کر کے ختم نبوت کی تائید میں کہا جاتا ہے۔ کہ چونکہ ان آیات میں خَتَمَ اور نَختِمُ اور خِتَام کے الفاظ مُہر کے معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں۔ اور مُہر سے غرض کسی چیز کے بند کرنے کی ہوتی ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بھی بلحاظ نبیوں کی مُہر ہونے کے نبیوں کے بند کرنے کی غرض سے ہے۔

اس کے جواب میں واضح ہو کہ آیت ختم اللّٰہ علٰی قلوبھم وعلٰی سمعھم میں جن کے دلوں اور کانوں پر مُہر لگائی گئی ہے وہ تو کافر ہیں۔ اور کافر بھی ضدی اور عنادی کہ جن کو ڈرانا اور نہ ڈرانا ایک جیسا قرار دیا گیا ہے۔ اور ایسے کافروں کے دلوں اور کانوں پر مُہر کرنا انکے کفر کی سزا کی وجہ سے ہے۔ پھر کیا نبیوں کے لئے آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مُہر ہونا بھی انہی معنوں میں لیا جاسکتا ہے۔ مُہر کا فائدہ اگر کسی چیز کے بند کرنے کا ہی ہو سکتا ہے تو کافروں کے لئے جو مُہر استعمال کی گئی کم از کم اس کا فائدہ یہ تو ہونا چاہیئے تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے کافر لوگ جن کے متعلق آیت اُتری اور جن کے دلوں پر مُہر لگائی گئی وہاں تک ہی کافر ختم ہو جاتے۔ اور اس کے بعد کافروں کا وجود پیدا ہونے سے رُک جاتا۔ اور کافر بند ہو جاتے۔ لیکن باوجود مُہر لگائے جانے کے پھر بھی کافروں کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اور نمرود۔ فرعون۔ ہامان۔ ابوجہل۔ ابولہب کے نمونے آئے دن پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور کافروں کا وجود ہر زمانہ میں قریباً مومنوں کے بالمقابل زیادہ تعداد میں ہی پایا جاتا ہے۔ اور اس پر بھی طرفہ یہ کہ مومنوں میں ابراہیمؑ۔ موسٰےؑ۔ اور محمد مصطفٰے صلے اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نمونے پیدا ہونے سے بقول ہمارے غیر احمدی علماء کے آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے نبیوں کی مُہر ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے بند۔ تلک اذًا قسمۃ ضیزٰی یعنی یہ تقسیم خلاف انصاف وعدل ہے۔ یہ تو ہے ختم اللّٰہ علٰی قلوبھم والی مُہر کی حقیقت اب اس کے بعد الیوم نختم علٰی افواھھم وتکلمنا ایدیھم کی مُہر کے متعلق سُنیئے۔ ایک دفعہ ایک مولوی فاضل صاحب نے میرے ساتھ گفتگو کے سلسلہ میں اس آیت کو پیش کر کے آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ان معنوں میں پیش کیا۔ کہ آپؐ نے نبیوں کی مُہر ہونے سے نبیوں کو بند کر دیا ہے۔ جیسے آیت الیوم نختم علٰی افواھھم وتکلمنا ایدیھم میں قیامت کے دن مجرموں کے منہ پر مُہر لگنے سے منہ بند ہو جائیں گے۔ اور کلام نہیں کر سکیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ مجرموں کے لئے مُہر منہ بند کرنے کی ہوگی۔ مومنوں اور نیک لوگوں کے لئے تو منہ بند کرنے کی مُہر نہ ہوگی۔ کہنے لگے ہاں پھر میں نے عرض کیا کہ مجرموں کا بھی اس مُہر سے منہ بند ہوا کلام بند تو پھر بھی نہ ہوا کیونکہ ساتھ ہی فرمایا ہے۔ کہ وتکلمنا ایدیھم یعنی منہ کی طرف سے کلام مُہر کی وجہ سے بند ہوگا۔ لیکن منہ کی جگہ کلام کرنے کا کام ہاتھوں سے لیا جائیگا۔ مطلب یہ کہ کلام بند نہ ہوگا۔ ہاں اس کا ایک آلہ نطق بند کر کے اس کی جگہ دوسری چیز یعنی ہاتھوں کو کلام کا آلہ بنایا جائیگا۔ یعنی کلام بند نہ ہوا۔ ایک آلہ بند ہوا سو ہم احمدی بھی کہتے ہیں۔ کہ نبوت بند نہ ہوئی ہاں شریعت والے اور براہ راست آنے والے نبی بند ہوئے۔ اور آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم تک جس قدر نبی ہوئے وہ شریعت والے تھے یا براہ راست اب آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے بعد آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت سے انعام نبوت پا کر اور آپ کی شریعت کے تابع ہو کر آنیوالے نبی بند نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی ایسی نبوت بند ہوئی۔ جو آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی اطاعت کے واسطہ سے آپؐ کی امت میں جاری ہے۔ اور ایسی نبوت مومنوں اور نیک لوگوں کے لئے بند نہیں۔ ہاں مجرم لوگوں کیلئے انکی کج فہمی کی وجہ سے ضرور بند ہے۔

ختامہٗ مسک کی تشریح

مولوی فاضل صاحب یہ جواب سُنکر فرمانے لگے۔ کہ قرآن کریم میں ختامہٗ مسک بھی آیا ہے۔ کہ بہشت میں جنتی لوگوں کے لئے جو پینے کے شربت ہونگے وہ جن ظروف میں ہوں گے انکے منہ پر مشک یعنی کستوری کی مُہر لگی ہوئی ہوگی۔ یعنی اس مہر سے ان ظروف کا منہ بند ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اس مُہر کی غرض برتن کا منہ بند رکھنے تک ہی محدود ہے۔ تو بہشتی لوگ اس برتن سے شربت کس طرح سے پی سکیں گے۔ اور اگر پئیں گے تو یہ امر ضروری ہے۔ کہ وہ مُہر ٹوٹے۔ اور برتن کا منہ کھلے پس اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مُہر کی غرض حفاظت مافی الظرف اور شربت کی نوعیت کے لحاظ سے بطور نشان اور علامت کے بتائی گئی ہے۔

سراج منیر کا مفہوم

اس پر مولوی صاحب فرمانے لگے کہ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبی نہ آنا ہی خاتم النبیین کی حقیقت اور اصل معنی ہیں۔ کیونکہ جب قرآن کریم میں آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کو سراج منیر کہا گیا۔ اور سراج منیر سورج کا بھی نام ہے۔ تو اب سورج کے ہوتے ہوئے کسی چاند اور ستارے یا کسی اور سورج کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ اُمت محمدیہ میں آپ مانتے ہیں۔ کہ مہدیؑ اور مسیحؑ آنے والے ہیں۔ اور ہر ایک صدی کے سر پر مجدد بھی آتے رہے۔ اور آیا کریں گے۔ اگر سورج کے ہوتے ہوئے کسی کی بھی ضرورت نہیں تو مہدیؑ اور مسیحؑ کا وعدہ کیوں دیا گیا۔ اور پھر علماء اور واعظین جو چراغ اور دیئے ہیں یہ کیوں اس سورج کے ہوتے ہوتے کام میں لگے ہیں۔ ان کی کیا ضرورت ہے۔ سورج کی موجودگی میں تو چراغ بجھ جایا کرتے ہیں لیکن عجیب بات ہے۔ کہ سورج کے ہوتے ہوئے ان چراغوں کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ اور ان سے اپنی ضرورت کو پورا کیا جاتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو پھر معلوم ہوا۔ کہ آپ غلط طور پر آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے سراج منیر ہونے کا مطلب سمجھ رہے ہیں۔ اور سچ یہی ہے۔ کہ ؎

وان رسول اللّٰہ شمس منیرۃ × وبعد رسول اللّٰہ بدر وکوکب

کیا مطلب یعنی آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم سورج نور بخشنے والے ہیں۔ اور سورج کے بعد پھر اس کے نور کو آگے پہنچانے والے چاند اور ستارے ہیں۔ اور چونکہ زمین گول ہے۔ اور سورج اپنی گردش میں زمین کے بالمقابل کے حصہ میں دن پیدا کرتا رہتا ہے۔ اور عقب کے حصہ میں رات اس لئے کہیں دن میں سورج کام کر رہا ہے۔ اور کہیں رات کی تاریکی میں اس کی نیابت میں چاند اور ستارے۔

رفع اختلاف کے لئے نبی کی بعثت

اس پر مولوی صاحب فرمانے لگے۔ کہ آپ دین کو کامل نہیں مانتے۔ میں نے عرض کیا مانتے ہیں۔ فرمانے لگے کیا یہی کامل دین قیامت تک محفوظ نہیں چلا جائے گا۔ میں نے عرض کیا بیشک قیامت تک یہی دین محفوظ رہے گا۔ فرمانے لگے۔ پھر نبی کے

آنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے عرض کیا۔ نبی صرف دین کی تکمیل اور شریعت لے کر ہی نہیں آیا کرتے۔ بلکہ قرآن نے بتایا ہے۔ کہ دین اگر کامل اور محفوظ بھی ہو۔ لیکن امت کے لوگ محفوظ نہ ہوں۔ اور کثرت اختلافات کی وجہ سے فرقہ فرقہ ہو چکے ہوں۔ تو اس صورت میں بھی نبی آیا کرتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ بقرۃ کی آیت ذیل یعنی کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ۔ ملاحظہ ہو اس آیت میں بتایا کہ نبیوں کی بعثت کی غرض یہ بھی ہوتی ہے۔ کہ لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ کریں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایک طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ہتّر فرقے ہو جائیں گے۔ اور دوسری طرف مسیح موعود علیہ السلام کے مبعوث ہونے کی پیشگوئی فرما دی۔ کہ وہ ان فرقوں کے اختلافات میں شان حکمیت کے ساتھ فیصلہ بھی فرمائیں گے۔ اور وہ آنے والے مسیح موعود علیہ السلام علاوہ حکم عدل ہونے کے نبی بھی ہونگے۔ جیسا کہ سب فرقے مسلمانوں کے اعتقاد رکھتے آئے۔ اور اب تک بھی قائل ہیں۔

نبوت بند ہونے کا اعتقاد گمراہی ہے

اور یہ اعتقاد کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں آئے گا۔ یہ اعتقاد قرآن کریم کے رو سے گمراہی کا اعتقاد ہے۔ اس پر مولوی صاحب جھنجلا کر بولے کہ وہ کہاں ہے۔ میں نے ذیل کی آیات سنائیں۔ ولقد جاءکم یوسف من قبل بالبینات فما زلتم فی شک مما جاءکم بہ حتی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا کذالک یضل اللہ من ھو مسرف مرتاب الذین یجادلون فی آیات اللہ بغیر سلطان اتاھم کبر مقتا عند اللہ وعند الذین امنوا کذالک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔ اور عرض کیا۔ کہ ان آیات میں بتایا گیا ہے۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق بھی لوگوں نے یہ اعتقاد بنا لیا تھا۔ کہ اب انکے بعد خدا کوئی رسول مبعوث نہیں کرے گا۔ لیکن اللہ تعالے نے ایسا اعتقاد رکھنے والوں کو مسرف اور مرتاب کہا۔ اور ان پر گمراہی کا فتویٰ دیا۔ جیسا کہ کذالک یضل اللہ من ھو مسرف مرتاب کے فقرہ سے ظاہر ہے۔ پھر اللہ تعالے فرماتا ہے۔ کہ یہ کہنا کہ اب خدا تعالے کوئی رسول مبعوث نہیں کریگا۔ یہ قول خدا کے نزدیک اور مومن لوگوں کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔ اور ایسا کہنے والے لوگ متکبر اور سرکش ہوتے ہیں۔ جو خدا اور اس کے رسولوں کی اطاعت کے جوئے سے آزاد رہنا چاہتے ہیں۔ اور اہوائے نفس کے ماتحت خود ہی اپنی زندگی بسر کرنے کو پسند کرتے ہیں۔ سو خدا تعالے ایسے متکبر اور سرکش لوگوں کے دلوں پر گمراہی کی مہر لگاتا ہے۔ کہ ایسے لوگ متکبر اور گمراہ ہیں۔ پس ان آیات کے رو سے یہ اعتقاد کہ اب کوئی رسول یا نبی نہیں مبعوث کیا جائیگا۔ گمراہی کا عقیدہ ہے۔ مولوی صاحب سننے کے بعد کچھ نہ بولے۔

آیت خاتم النبیین کی تفسیر بلحاظ سباق و سیاق

آیت خاتم النبیین کا شان نزول

پیشتر اس کے کہ آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیما کے متعلق کچھ عرض کیا جائے۔ اس بات کا بتا دینا مناسب ہو گا۔ کہ اس آیت کے نزول سے کس طرح کی ضرورت کو پورا کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفوں نے آپ کی حیثیت ابوت کے متعلق بصورت افراط و تفریط دو طرح کے اعتراض کئے۔ ایک ابوت کے اثبات کے لحاظ سے دوسرے ابوت کی نفی کے لحاظ سے سو اللہ تعالے نے ان دونوں طرح کے اعتراضوں کا ذب اور رد اس آیت خاتم النبیین سے فرمایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مخالفین کا اعتراض جو بلحاظ اثبات ابوت تھا۔ اس کا تعلق آیت موصوفہ کے سیاق و سباق سے ہے۔ اور جو اعتراض بلحاظ نفی ابوت ہے۔ وہ مخالفین کا اعتراض آپ کے ابتر ہونے کے متعلق تھا جس کی تردید علاوہ سورۃ کوثر کے آیت خاتم النبیین سے بھی ثابت ہے۔ پس مخالفوں نے ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زید کا باپ قرار دیکر اعتراض کیا۔ حالانکہ آپ زید کے باپ نہ تھے۔ یہ اعتراض بصورت افراط تھا۔ اور دوسری طرف باوجودیکہ آپ بہ حیثیت رسول ہونے کے مومنوں کے باپ تھے۔ اور سلسلہ کے قیام اور بقاء کے لئے روحانی اولاد رکھتے تھے۔ آپ کو ابتر کہا۔ اور یہ اعتراض بصورت تفریط تھا۔ پس ان دونوں طرح کے اعتراضوں کی تردید آیت خاتم النبیین سے کی گئی۔

اعتراض بلحاظ اثبات ابوت یہ تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب زید کی جو لوگوں کے درمیان آپ کا متبنٰے مشہور تھا۔ مطلقہ بیوی سے خدا تعالے کے حکم کے مطابق نکاح کر لیا۔ تو مخالفوں نے آپ کے اس نکاح کو عرب کی رسم کے خلاف پا کر اعتراض کیا۔ کہ محمد نے زید کا باپ ہو کر اس کی مطلقہ بیوی سے جو بہو تھی نکاح کیا۔ جو ناجائز اور حرام ہے۔ عرب کے لوگ رسم جاہلیت کے ماتحت خلاف واقع صرف منہ کی بات کو ہی ایک واقع کی صورت میں سمجھ لیتے تھے۔ جیسا کہ بیوی کو ماں کہنے سے بیوی کو پھر ماں ہی کی طرح اپنے پر حرام یقین کر لیتے۔ اور اسی طرح جیسے بصورت متبنٰے بیٹا کہتے۔ اگرچہ وہ غیر کا نطفہ ہوتا۔ لیکن اسے صلبی بیٹے کی طرح ہی سمجھتے۔ اور متبنٰے کے متعلق سب احکام کو صلبی بیٹے پر قیاس کرتے۔

خدا تعالے نے اس رسم قبیح کے استیصال کے لئے اپنے رسول کو بطور نمونہ کے پیش کیا۔ اور مخالفوں کے اعتراض کے جواب میں آیت خاتم النبیین کو نازل فرمایا جس کا ہر جملہ اس اعتراض کا ذب کرتا ہے۔ ان کا اعتراض زید کی مطلقہ کے نکاح کرنے کی بنا پر تھا۔ اور یہ اعتراض واسطہ در واسطہ درحقیقت بناء فاسد علی الفاسد کے طور پر تھا۔ اس طرح کہ پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باپ قرار دیا گیا۔ پھر آپ کے باپ قرار دینے کے واسطہ سے زید کو بیٹا قرار دیا گیا۔ اور پھر زید کے واسطہ سے زید کی بیوی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بہو قرار دیا گیا۔ پھر اس بہو کے مطلقہ ہونے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح کو جو اس مطلقہ کے ساتھ ہوا قابل اعتراض ٹھہرایا گیا۔ جس کی تردید کی گئی۔ اور کیا عقلاً اور کیا شرعاً اور کیا تعلیم انبیاء کے رو سے اور کیا بلحاظ اس کے کہ خدا کے علم کامل اور صحیح کے خلاف تھا۔ اس اعتراض کو غلط قرار دیکر متبنٰے کی مطلقہ کے ساتھ نکاح کے مسئلہ کو جائز قرار دیا گیا جس کی رو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فعل قابل اعتراض نہ تھا۔ چنانچہ آیت خاتم النبیین کے پہلے فقرہ میں جو ما کان محمد ابا احد من رجالکم ہے۔ اس اعتراض کی تردید اس طرح فرمائی۔ کہ تمہارے مردوں میں سے کوئی مرد ہو۔ جو محمدؐ کے نطفہ سے ہی نہیں تو محمد ایسے شخص کا باپ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عقل سلیم اور فطرت سلیمہ اس بات کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔ کہ جو شخص بکر کے نطفہ سے ہو اس کا باپ خالد کو قرار دیا جائے۔ پس فطرت اور عقل کے مسلمات کے رو سے زید جو محمدؐ کے نطفہ سے نہیں محمدؐ اس کا باپ نہیں ہو سکتا۔ اور جب باپ نہیں ہو سکتا۔ تو نیچے کا واسطہ در واسطہ سلسلہ جو بناء فاسد علی الفاسد کی صورت میں ہے۔ وہ بھی فاسد اور باطل ثابت ہونے سے باعث اعتراض نہ رہا۔ پس اس پہلے فقرہ سے فطرت اور عقل کے رو سے جواب دیا گیا۔ کہ جب محمدؐ زید کا باپ ہی نہیں تو زید محمدؐ کا بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور جب زید بیٹا نہیں تو زید کی بیوی محمدؐ کی بہو کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور جب زید کی بیوی محمدؐ کی بہو ہی نہیں۔ تو اس کے مطلقہ ہونے کے بعد محمدؐ پر وہ حرام کیسے ہو سکتی ہے۔ دوسرا فقرہ ولکن رسول اللہ ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے کا اثبات پیش کیا ہے۔ اور اس فقرہ سے بھی نکاح

والے اعتراض کی تردید مقصود ہے۔ اور وہ اس طرح کہ کسی امر کے متعلق حلال حرام یا جائز ناجائز کا فتویٰ خدا تعالےٰ اپنے علم سے اپنے رسول کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے۔ اور خدا کے دین اور اس کی شریعت کے احکام کا نمونہ خدا کا رسول ہوتا ہے۔ اور جو نمونہ خدا کا رسول اپنے عمل سے پیش کرتا ہے۔ بحکم لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لوگوں کے لئے وہی نمونہ دستور العمل قرار پاتا ہے۔ اور اسی کی بنا پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ حلال ہے۔ یا حرام۔ اور یہ جائز ہے۔ یا ناجائز۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دوسرے فقرہ میں رسول اللہ کی حیثیت میں پیش کرنے سے لوگوں کے اعتراض کو اس صورت میں رد فرمایا۔ کہ محمد صلعم کا متبنےٰ کی مطلقہ سے نکاح کرنا اس لئے بھی قابل اعتراض نہیں۔ کہ وہ خدا کا رسول ہے۔ اور خدا کے رسول کا فعل بحیثیت منصب رسالت کے قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً ایسا اعتراض جو ایام جاہلیت کی رسم کی بنا پر ہو۔ اس کا وجود تو خدا کے رسول کے فعل کے بالمقابل کوئی ہستی ہی نہیں رکھتا۔

مُہر کی غرض تصدیق ہے

تیسرا فقرہ جو معطوف کی صورت میں بلفظ خاتم النبیین پیش کیا گیا۔ اسے بھی بغرض تردید اعتراض ہی ذکر کیا ہے۔ ان معنوں میں کہ خاتم بفتح تا۔ جس کے معنے مُہر کے بھی ہیں۔ اور جس کی غرض تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ مہر جس طرح کی بھی ہو۔ خواہ سکوں کی۔ خواہ ٹکٹوں کی۔ خواہ کاغذات حکومت کی۔ خواہ دستخطوں کی۔ ہر جگہ مہر کا فائدہ صاحب مہر کی تصدیق کا سمجھا جاتا ہے۔ اور جس مطلب کے لئے مہر لگائی جاتی ہے۔ وہ مہر کی تصدیق سے مصدقہ امر تسلیم کیا جاتا ہے پس اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دینا مصدق النبیین کے معنوں میں ہے۔ یعنی ان معنوں میں۔ کہ آپ نے متبنےٰ کی مطلقہ کے ساتھ نکاح کرنے کو حلال اور جائز قرار دینے میں سب نبیوں کی تصدیق کی۔ یعنی نبیوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نبی نہیں۔ جس کی شریعت اور تعلیم کے رو سے متبنےٰ کی مطلقہ کے ساتھ نکاح کرنا حرام اور ناجائز ہو۔ پس اس صورت میں یہودیوں اور عیسائیوں اور زرتشتیوں اور ابراہیم کی نسل کہلانے والوں کا اعتراض اپنے اپنے نبیوں کی تعلیم کے رو سے نہیں۔ بلکہ وہ یہ اعتراض کرنے میں اپنے اپنے نبیوں کے مکذب ٹھہرتے ہیں۔ اور محمد رسول اللہؐ ان سب کے مصدق۔ کیونکہ معترضین کا اعتراض نبیوں کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل نبیوں کی تعلیم کے مطابق۔ پس آنحضرتؐ کو خاتم النبیین پیش کرنے سے بھی اعتراض کے ذب کا فائدہ حاصل ہوا۔

خاتم بمعنی مُصدِّق

اور خاتم بمعنے مہر تصدیق کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق ہونا قرآن کریم کے خلاف نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کے دوسرے مقامات میں آپؐ کو مصدق کی صفت سے یاد کیا گیا ہے۔ چنانچہ آیت ولما جآءھم رسول من عند اللہ مصدق لما معھم (سورہ بقرہ پ ۱) اور آیت بل جآء بالحق وصدق المرسلین (سورہ والصافات) میں آپؐ کو مصدق قرار دیا گیا۔ اور دوسری آیت جس میں فرمایا ہے۔ کہ یہ رسول حق لے کر آیا ہے۔ اور حق کے پیش کرنے میں سب رسولوں کی تصدیق کرتا ہے۔ اس آیت سے پہلے کلام میں لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم کا ذکر کر کے بل جآء بالحق کے فقرہ میں اس رسول کو حق قرار دے کر فرمایا۔ کہ یہی حق یعنی لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم جو یہ رسول پیش کرتا ہے۔ اسی تعلیم کو سب رسولوں نے اپنے اپنے وقتوں میں پیش کیا۔ پس اس رسول یعنی محمد مصطفےٰ کا لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم پیش کرنا سب رسولوں کی تصدیق ہے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنے مصدق النبیین پیش کر کے بتایا۔ کہ متبنےٰ کی مطلقہ کے ساتھ نکاح کرنے کو حلال اور جائز قرار دینا اس امر میں صرف یہ رسول ہی مخصوص نہیں۔ بلکہ سب نبیوں کی یہی تعلیم تھی۔ اور اس تعلیم میں یہ رسول ان سب نبیوں کا مصدق ہے۔ ان معنوں کی تصدیق آیت خاتم النبیین سے پہلی آیات میں سے آیت ماکان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللہ قدرا مقدورا الذین یبلغون رسالات اللہ سے بھی ہوتی ہے۔ اس کلام میں بتایا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبنےٰ کی مطلقہ کے ساتھ نکاح کرنا چونکہ ایک غلط رسم کی اصلاح اور مومنوں کے لئے ایک آسانی کا پیدا کرنا اور تنگی کا دور کرنا ملحوظ تھا۔ اس لئے نبی پر خدا تعالےٰ کی طرف سے اس قانون کے نفاذ سے جو قائم کیا گیا۔ کوئی حرج نہیں خصوصاً اس صورت میں کہ وہی قانون سنت مستمرہ کے طور پر سب کے سب پہلے رسولوں میں جاری و ساری رہا۔

اب جبکہ آنحضرتؐ کا خاتم النبیین ہونا محل کلام کے لحاظ سے بصراحت مصدق النبیین کے معنوں میں ثابت ہوا تو اس صورت میں جو لوگ خاتم النبیین کو بمعنی آخر النبیین کے لیتے ہیں وہ اسے محل کلام کے لحاظ سے جو مخالفوں کے اعتراض کے جواب میں موزوں ہونا چاہئے۔ موزوں کر کے دکھائیں۔ کہ آخر الانبیاء کا معنے اس موقع پر کس طرح سے صحیح اور درست ثابت ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بمعنے آخر الانبیاء ہونا اعتراض کے جواب کے ساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے۔ کیا یہ اعتراض کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبنےٰ کی مطلقہ کے ساتھ نکاح کیا۔ جو جائز نہ تھا۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنے آخر النبیین پیش کرنا مناسب ہے۔ اور ان معنوں کے رو سے اعتراض کی تردید ہو سکتی ہے۔ اگر ہو سکتی ہے۔ تو تردید کر کے دکھائیں۔ کہ متبنےٰ کی مطلقہ کے ساتھ نکاح کرنے پر اعتراض کرنا غلط ہے۔ کیوں غلط ہے۔ اس لئے۔ کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ کیا آپؐ کا آخری نبی ہونا یا آپؐ کو آخر الانبیاء پیش کرنا اعتراض کی تردید کے لئے کافی جواب ہو سکے گا۔ سوچو اور پھر سوچو۔ معلوم نہیں۔ کہ علماء نے خاتم النبیین بمعنے آخر الانبیا کس مطلب کے لحاظ سے اس موقع پر اختیار کیا۔ کیونکہ اس معنے کو محل کلام کے لحاظ سے کچھ بھی مناسبت معلوم نہیں ہوتی لیکن وہ معنے جو اوپر دکھائے گئے۔ یعنی مصدق النبیین وہ معنے اس موقع پر بوجہ مناسبت خوب چسپاں ہوتے ہیں۔

وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا کا فائدہ

آیت خاتم النبیین کا چوتھا فقرہ یعنی وکان اللہ بکل شیءٍ علیماً بھی اعتراض کے جواب میں ذب اور تردید کا فائدہ دیتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ خدا تعالےٰ چونکہ ہر ایک چیز کا علم رکھنے سے وسیع علم اور کامل علم والا ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ کا اپنے علم اور وسیع علم سے یہ قانون پاس کرنا۔ کہ متبنےٰ کی مطلقہ کے ساتھ نکاح کرنا حرام نہیں۔ بلکہ حلال اور جائز ہے۔ قابل اعتراض نہیں ہو سکتا۔ چونکہ خدا تعالےٰ کے نبیوں اور رسولوں کا احکام حلت و حرمت کو ظاہر کرنا خدا تعالےٰ کے علم کی بناء پر ہوتا ہے۔ اور شریعت کے احکام حلت و حرمت میں سے کسی ایک پر اعتراض کرنے سے خدا تعالےٰ اور اس کے علم پر جا کر زد پڑتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا علم کامل اور وسیع۔ چونکہ ہر طرح کے نقص سے پاک ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اعتراض مذکور کی تردید میں آخر میں اپنے وسیع اور کامل علم کی شان کو پیش کر کے بتایا۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض مذکور کو پیش کرنا جو اس کے منصب رسالت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ یہ اعتراض درحقیقت خدا تعالیٰ اور اس کے علم پر پڑتا ہے۔ اور اگر خدا کا علم کامل اور وسیع قابل اعتراض نہیں۔ تو پھر اس کا رسول اور اس کے رسول کا یہ فعل جو متبنےٰ کی مطلقہ کے ساتھ نکاح کرنے کی صورت میں ظاہر ہوا۔ وہ بھی قابل اعتراض نہیں۔ کیونکہ رسالت اور احکام شریعت کا سارا سلسلہ تو خدا تعالےٰ کے سرچشمۂ علم سے ہی وابستہ ہے۔ یہ ہے۔ آیت خاتم النبیین کی وہ تفسیر جو بلحاظ سیاق و سباق کے پیش کی گئی۔ اور جس سے مخالفین کے اعتراض کو آیت کے ہر فقرہ اور ہر جملہ سے رد کیا گیا۔

آیت خاتم النبیین کی تفسیر بلحاظ آیت موصوفہ کی مستقل حیثیت کے آئندہ پرچہ میں پیش کی جائے گی۔ وباللہ التوفیق (باقی) (غلام رسول راجیکی)

کلام الرحمٰن وید ہے یا قرآن

پنڈت دھرم بھکشو آریہ نے ایک کتاب بنام "کلام الرحمٰن وید ہے یا قرآن" شایع کی ہے۔ مجھے ایک آریہ سماجی نے وہ کتاب دکھا کر کہا۔ مولوی صاحب اس کا جواب لکھئے۔ اور اس کو پڑھکر اپنی رائے دیجئے۔ میں نے کہا اس کا جواب بغیر پڑھے میں ابھی دیدیتا ہوں۔ اور باقی رہا پیچھے اس کا تحریری جواب بھی انشاء اللہ کوئی نہ کوئی مسلمان دے ہی دیگا۔

آریہ۔ اچھا مولوی صاحب آپ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

احمدی۔ مہاشہ جی کلام الرحمٰن وہی کتاب ہو سکتی ہے جو اللہ تعالےٰ کو رحمٰن تسلیم کرتی ہو۔ اور قرآن کریم خدا کی رحمانیت کا قائل ہے اور بار بار اس میں خدا تعالےٰ کو رحمٰن کے نام سے پکارا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی بسم اللہ ہی میں سب سے پہلے صفت رحمانیت کو بیان کیا گیا ہے۔ اور قرآن میں آریہ قوم کے بھائی بندمشرکوں کا قول موجود ہے۔ کہ وہ رحمٰن کے منکر ہیں۔ اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے۔ کیونکہ رحمٰن کے معنی ہیں بلا استحقاق کے رحم کرنے والا یا بلا مبالغہ رحم کرنے والا۔ اور آریہ قوم از روئے تعلیم وید اس کی منکر ہے۔ کہ خدا ان معنوں میں کسی پر رحم کرے۔ اِس لئے اسماء اللہ میں ان کے ہاں رحمٰن کا مترادف بھی کوئی لفظ نہیں ہے۔ پس وید تو کلام الرحمٰن ہو ہی نہیں سکتا۔ البتہ قرآن مجید کا دعوےٰ ہے۔ کہ "الرحمٰن علم القرآن" یعنی یہ قرآن رحمٰن نے سکھایا ہے۔ پس جب دو کتابوں میں سے صرف قرآن ہی کلام الرحمٰن ہونے کا مدعی ہے۔ تو اس کتاب کا جواب قرآن کی یہی آیت الرحمٰن علم القرآن ہے۔ اگر ثبوت چاہو تو وہ بھی موجود ہے۔

آریہ۔ مولوی صاحب دعویٰ کرنا تو معمولی بات ہے۔ ثبوت لائیے۔

احمدی۔ مہاشہ جی میں نے تو دانستہ الرحمٰن علم القرآن کے آگے کی آیت جو بطور دلیل ہے پیش نہیں کی تھی۔ تاکہ آپ اعتراض کریں۔ تو جواب دوں۔ سنیئے خدا تعالےٰ جو رحمٰن ہے۔ وہ اپنی رحمانیت سے نزول قرآن کے لئے بطور ثبوت آگے ہی فرماتا ہے۔ خلق الانسان علمہ البیان یعنی جس طرح انسان کو پیدا کر کے بولنا سکھایا جاتا ہے۔ اور بغیر تعلیم انسان بول بھی نہیں سکتا۔ اسی طرح انسان تعلیم رحمانی کے بغیر قرآن کریم جیسی کلام الرحمٰن جو حقیقی "البیان" ہے ہرگز ہرگز بنا نہیں سکتا۔

پھر جس طرح انسان اپنی جسمانی پیدائش میں خدا کی صفت رحمانیت کا محتاج ہے۔ اسی طرح اپنی روحانی پیدائش کے لئے بھی اس الرحمٰن کا محتاج ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ انسان اعمال کے بدلے پیدا شدہ ہو۔ کیونکہ اعمال پیدائش کے بعد ہوتے ہیں۔ پیدائش سے پہلے اعمال کا دعوےٰ ایک صریح بیہودگی ہے جسے کوئی صاحب عقل و فہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ ٹھیک اسی طرح کلام الرحمٰن کا نزول ہے جس کا سلسلہ پیدائش انسانی کے ساتھ ہی شروع ہؤا۔ اور نوع انسان کے کمال کو پہنچنے پر وہ کلام رحمانی بشکل قرآن ظاہر ہؤا۔ اور اپنا کمال آپ دکھاتا ہے۔ یہ تو بالکل لغو امر ہے۔ کہ ہم یہ کہیں۔ کہ خدا کا کلام بندوں کی ہدایت کے لئے بندوں کے اعمال کے بعد نازل ہوتا ہے۔ پس کلام الٰہی کا نزول اعمال سے قبل ہے۔ اور یہی رحمانیت ہے۔ لہذا کلام الرحمٰن قرآن ہی ہے۔ جو خدا کی رحمانیت کا ثبوت بھی پیش کرتا ہے۔ اور پھر اپنے نزول کو اس کی صفت رحمانیت کے ماتحت بیان کر کے ایک فطرتی دلیل ساتھ ہی دیتا ہے۔ جس کا انکار غالباً مہاشہ جی آپ بھی نہیں کر سکتے۔

آریہ۔ مولوی صاحب ہماری پیدائش تو اعمال کے مطابق ہی ہے۔ پس آیت خلق الانسان علمہ البیان سے رحمانیت کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ جس طرح ہماری پیدائش ہمارے اعمال کے انوسار ہے۔ اسی طرح کلام رحمانی کا ظہور یا پیدائش بھی ہمارے استحقاق کے باعث ہے۔ جو ہمارے اعمال کا پھل ہے۔ پس وید ہی کلام الرحمٰن ہے۔

احمدی۔ مہاشہ جی آپ کے وہ اعمال کہاں سے آگئے۔ جن کی وجہ سے آپ مستحق الہام وید ہو گئے تھے۔ جزا یا سزا کا سوال تو قانون کے بعد ہؤا کرتا ہے۔ مگر آپ کا قانون عجیب ہے۔ کہ وہ اعمال کی جزا کے طور پر خاص چار آدمیوں پر نازل ہوتا ہے۔ گویا اگر ان کے اعمال ایسے نہ ہوتے۔ تو پھر شاید وید ہی نہ ظاہر ہوتے۔ استغفر اللہ یہ کیسا خیال خام ہے۔ ہمیں تو یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ بدوں الہام الٰہی کوئی نیک و بد کی تمیز کر ہی کیونکر سکتا ہے۔ اعمال نیک و بد تو رہے ایک طرف۔

مہاشہ جی آپ کی عقل میں آواگون کے چکروں کے وہم نے آپ کی اپنی پیدائش کو اعمال سابقہ کا نتیجہ قرار دے دیا۔ مگر یہ بھی خیال ہے۔ کہ آپ کی پیدائش کا انحصار کس امر پر ہے۔ سنیئے اگر آفتاب و مہتاب نہ ہوں۔ تو آپ کی یہ زمین بھی بیکار۔ اور آپ کی پیدائش تو ایک طرف رہی۔ زمین پر ایک پتا بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ آفتاب و مہتاب پر زمین کا دارمدار ہے تو اب بتاؤ۔ انکو کس نے پیدا کیا۔ اور بلا بدلے کے پیدا کیا یا اعمال کے بدلہ میں۔ یقیناً اس کا جواب یہی ہے۔ کہ ان کو بھی رحمان نے ہی پیدا کیا ہے۔ پس ہماری پیدائش رحمانیت کے ماتحت ہے۔ اسی لئے کلام الرحمٰن میں خلق الانسان علمہ البیان کے بعد فرمایا الشمس والقمر بحسبان یعنی الرحمٰن نے شمس اور قمر کو گردش کرنیوالے بنایا جسطرح بدوں ہمارے اعمال کے رحمان نے آفتاب کو ظاہری آنکھوں کی مدد کے لئے بنایا ہے۔ اور قرآن روحانی آفتاب ہے جسے باطنی آنکھوں کی روشنی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

کیوں مہاشہ جی اب تو آپ رحمانیت کی حقیقت کو سمجھ گئے ہیں یا نہیں۔ اچھا بتایئے آفتاب و مہتاب آپکے اعمال کے بدلے میں ہیں یا محض خدا کے رحم سے ان کا ظہور ہؤا ہے۔ اگر خدا کے رحم سے ان کا ظہور ہؤا ہے۔ اور یہی سچ ہے۔ تو پھر مہاشہ جی خدا کو رحمان مان لو۔ اور قرآن کو کلام الرحمٰن تسلیم کر لو۔ اور دھرم بھکشو کو صرف یہ لکھدو۔ کہ کلام الرحمٰن تو قرآن ہی ہے۔ کیونکہ وہ اپنا دعوےٰ اور دلیل خود ہی بیان کرتا ہے۔ اور اختصاراً وہ یوں ہے۔

دھرم بھکشو۔ کلام الرحمٰن وید ہے یا قرآن۔

مسلمان۔ الرحمٰن علم القرآن۔

دھرم بھکشو۔ اس کا ثبوت۔

مسلمان۔ خلق الانسان علمہ البیان (۲) الشمس والقمر بحسبان۔

دھرم بھکشو۔ سورج چاند کے سہارے ہماری زندگی کا ہونا سچ ہے۔ مگر دراصل تو آسمان زمین سب ہی کی ضرورت ہے۔

مسلمان۔ اسی لئے الرحمٰن نے آگے فرمایا۔ کہ والسماء رفعہا ووضع المیزان اور پھر زمین کے متعلق بھی فرمایا۔ کہ والارض وضعہا للانام۔

خلاصہ مطلب یہ کہ رحمانیت کے ماتحت یہ تمام سلسلۂ پیدائش ہے اور یہ جس کتاب نے بیان کیا ہے۔ وہی کلام الرحمٰن ہے۔ بھلا جو کتاب خدا تعالیٰ کو رحمان مانتی ہی نہیں۔ اور اس کی صفت رحمانیت کی قائل ہی نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس یہ عقیدہ رکھتی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ جو کچھ کرتا ہے۔ وہ انسانی اعمال و افعال کے نتیجہ میں کرتا ہے۔ اپنی طرف سے بطور بخشش کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے پیروؤں کو یہ دعوےٰ کرنے کی جرأت ہی کیسے ہو سکتی ہے۔ کہ کلام الرحمٰن وید ہے قرآن نہیں۔ اگر وید کلام الرحمٰن ہوتا۔ تو خدا تعالیٰ کی رحمانیت سے کبھی انکار نہ کرتا۔ کیونکہ رحمٰن کے معنی ہیں بلا مبادلہ احسان کرنا۔ وید اس کا قائل نہیں۔ وہ کہتا ہے۔ کہ جو کچھ دنیا میں ہے۔ سب انسان کے کرموں کا پھل ہے۔ اور یہ رحمانیت کے منافی ہے۔ لہذا مہاشہ جی کے سوال کا صحیح جواب یہی ہے۔ کہ کلام الرحمٰن وید نہیں۔ بلکہ قرآن کریم ہے۔

(خاکسار۔ عمر الدین احمدی از دہلی)

پنجاب میں اچھوت قوموں کی تعلیم

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

گزشتہ چند سال سے پنجاب گورنمنٹ اچھوت قوموں کے بچوں کی تعلیمی سہولتوں میں توسیع اور اضافہ کرنے کے متعلق سرگرم اور گہری توجہ دے رہی ہے۔ ۱۹۲۳ء میں محکمہ تعلیم نے ایک گشتی مراسلہ شائع کیا جس میں اچھوت اقوام کی تعلیمی حالت پر نظر بازگشت ڈالی گئی تھی۔ اور ان کے بچوں کی حوصلہ افزائی کرنے کیلئے قابل قدر تجاویز پیش کی گئی تھیں۔

مراسلہ مذکور میں یہ بھی ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ ان قوموں کے خلاف علیحدگی کا دیرینہ جذبہ بتدریج کمزور ہو رہا ہے۔ اور اب پنجاب کے اسکولوں میں اچھوت قوموں کے بچوں کو داخل کرنے میں پہلے سے کہیں کم تکلیف پیش آتی ہے۔ اور خود والدین میں بھی تعلیم کے فوائد کا بخوبی احساس بڑھ رہا ہے۔ اس خوش گوار صورت حالات کو بہتر بنانے کے لئے بعض تدابیر اختیار کی گئیں۔ جو مختصر طور پر ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) انسپکٹر صاحبان کے ذمہ یہ فرض لگایا گیا۔ کہ وہ پنچ ذات کے بچوں کی فہرستیں مرتب کریں۔ تاکہ سکولوں میں ان کی تعداد کا صحیح اندازہ لگایا جا سکے۔ (۲) انہیں وہی مراعات دی جائیں۔ جو زراعت پیشہ اقوام کو حاصل ہیں۔ (۳) اچھوت قوموں کے سکولوں کے قیام کے لئے امدادی عطیات میں اضافہ کرنے کے متعلق توجہ مبذول کرائی گئی۔ (۴) عطیات کے متعلق منظور شدہ مصارف میں کتابوں وغیرہ کی مفت بہم رسانی کا خرچ شامل کیا گیا (۵) انسپکٹر صاحبان کو ہدایت کی گئی۔ کہ وہ ان قوموں کے موزوں اور مستحق امیدواروں کو نارمل سکولوں میں داخل ہونے کی ترغیب دیں۔ اگرچہ ان قوموں کے لئے علیحدہ سکول بدستور قائم ہیں۔ لیکن گورنمنٹ کی قطعی رائے یہ ہے۔ کہ اس باب میں مزید ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ان اقوام کے بچوں کو صوبہ کے معمولی منظور شدہ سکولوں میں داخل ہونے کی ترغیب دی جائے۔ اور ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ پنجاب کی تعلیمی ترقی کی رپورٹ ۱۹۲۵ء کے مندرجہ ذیل اقتباس سے پتہ لگ جائیگا۔ کہ گورنمنٹ کی مذکرہ بالا رائے کس حد تک صائب و درست ہے۔

اچھوت قوموں کی رفتار ترقی کو تیز کرنے کے لئے جو تدابیر حال میں اختیار کی گئیں۔ ان کا یہ اثر ہوا ہے کہ معمولی سکولوں میں طلباء کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ ان لوگوں کے خلاف تعصبات زائل ہو رہے ہیں۔ ..... یہ مسئلہ واقعی دقت طلب ہے۔ لیکن ان بد قسمت اقوام کے ساتھ عوام کے فیاضانہ رویہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ امر دانشمندی سے بعید ہوگا۔ کہ ان کے لئے علیحدہ سکولوں میں اندھا دھند اضافہ کیا جائے اور اسطرح رجعت پسندانہ جذبہ کو تقویت دی جائے۔

اچھوتوں کی تعلیم میں حوصلہ افزا ترقی

گورنمنٹ نے جو تدابیر اختیار کیں۔ ان کا یہ نتیجہ ہوا کہ جملہ تعلیمی مرکزوں میں اچھوت قوموں کے طلباء کی تعداد ۶۷۳۰ تک پہنچ گئی۔ ۱۹۲۳ء میں یہ تعداد صرف ۲۴۰۸ تھی۔ یہ اضافہ زیادہ تر معمولی سکولوں میں ہوا ہے۔ اور موجودہ صورت حال کا نہایت حوصلہ افزا پہلو پیش کرتا ہے۔ ۱۹۲۶ء میں وزارت تعلیم نے محسوس کیا۔ کہ تمام حالات پر دوبارہ تبصرہ کیا جائے۔ اس غرض سے ایک افسر تعینات کیا گیا تاکہ وہ گورنمنٹ کے پاس غور کرنے کے لئے باقاعدہ تجاویز پیش کرے۔ افسر مذکور کی رپورٹ اب تیار ہو گئی ہے۔ اس رپورٹ میں اس اطمینان بخش رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔ کہ اچھوت قوموں کی طرف ان لوگوں کا رویہ زیادہ بہتر ہو رہا ہے۔ جو نسبتاً سوسائٹی کے اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ نیز صوبہ کے معمولی سکولوں میں ان قوموں کے بچوں کو داخل کرنے میں چنداں دقت پیش نہیں آتی۔ انسپکٹر صاحبان اور نیز ان اصحاب نے جن کا تعلیم اور دیگر اصلاحی سرگرمیوں سے خاص تعلق ہے اس رائے کی تصدیق کی ہے۔

ایک جدید مسلک کا نفاذ

متذکرہ بالا واقعات سے پنجاب گورنمنٹ (وزارت تعلیم) اس نتیجہ پر پہنچی ہے۔ کہ اس مسئلہ کا صحیح حل یہ ہے۔ کہ معمولی سکولوں میں ان بچوں کی تعداد بڑھائی جائے۔ ان ہدایات کا اعادہ کیا گیا ہے۔ جو پیشتر ازیں انسپکٹر صاحبان اور دیگر متعلقہ اشخاص کو دی گئی تھیں۔ اور جن کا ماحصل یہ ہے کہ اچھوت قوموں کی تعلیم کے متعلق ہر پہلو سے حوصلہ افزائی کی جائے۔ اور معلمین کے غیر ہمدردانہ رویہ اور مقامی تعصب کیوجہ سے جو قیود ان پر عائد کی جاتی ہیں۔ انہیں دور کر دیا جائے۔ اور ان استادوں کو جو ان قوموں کے طلباء کی حوصلہ شکنی کا باعث ثابت ہوں قابل تعزیر سمجھا جائیگا۔ نیز توقع ہے۔ کہ پرائیویٹ سکولوں میں بھی اچھوت قوموں کے بچے آزادانہ طور پر داخل ہو سکیں گے۔ ایسے سکول جنہیں امدادی عطیات دیئے جاتے ہوں کسی لڑکے کو صرف اس بناء پر داخل کرنے سے انکار نہیں کر سکتے کہ وہ کسی اچھوت قوم سے تعلق رکھتا ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ مقامی جماعتیں بعض اوقات قانون کے تابع جبری تعلیم کے نفاذ کے متعلق انتظامات کرتے وقت ان اقوام کے بچوں کو اس سکیم کے فوائد سے محروم کر دیتی ہیں۔ پنجاب گورنمنٹ (وزارت تعلیم) ہمیشہ ایسی تجاویز نامنظور کرتی رہی ہے۔ جو قانون کے حقیقی مفہوم اور منشاء کے خلاف ہوں۔ سکول کی فیس کے معاملہ میں وہ مراعات جو زراعت پیشہ اقوام کو دی جاتی ہیں۔ وہی مراعات اچھوت قوموں کو حاصل ہیں۔ کیونکہ ان کا شمار بطور زمینداروں کیا جاتا ہے۔ پنجاب گورنمنٹ (وزارت تعلیم) نے اب یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ اپریل ۱۹۲۸ء کے بعد اچھوت اقوام کے بچوں سے پرائمری جماعتوں میں کوئی فیس نہیں لی جائے گی۔ یہ بھی امید کی جاتی ہے۔ کہ مقامی جماعتیں کتابوں کی مفت بہم رسانی میں زیادہ فیاضی سے کام لیں گی۔

اعلیٰ تعلیم کی توسیع

اگرچہ اعداد و شمار سے ظاہر ہے۔ کہ سکولوں میں اچھوت قوموں کے لڑکوں کی تعداد میں کثیر اضافہ ہوا ہے۔ لیکن بعض وجوہ کی بنا پر ایسے لڑکوں کی تعداد بہت کم ہے جو پرائمری درجہ کے بعد بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ۳۱ مارچ ۱۹۲۸ء کو مڈل کی جماعتوں میں صرف ۷۸۱ اور ہائی کی جماعتوں میں صرف ۷۳ لڑکے زیر تعلیم تھے۔ پنجاب گورنمنٹ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ اپریل ۱۹۲۹ء سے ان قوموں کے ان تمام بچوں (لڑکوں اور لڑکیوں) سے جو جملہ اضلاع کے ورنیکلر اور اینگلو ورنیکلر سکولوں کی مڈل کی جماعتوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہوں۔ نصف فیس لی جائے گی۔ جیسا کہ بعض تحصیلوں اور ضلعوں میں اس وقت زراعت پیشہ اقوام کے بچوں سے لی جاتی ہے۔

وظائف کی عطا بخشی

مزید براں گورنمنٹ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ وہ اچھوت قوموں کے ان بچوں کے لئے جو ہائی کی جماعتوں اور کالج میں تعلیم حاصل کرتے ہوں۔ وظیفے دیئے جائیں۔ دس دس روپیہ ماہوار کے زیادہ سے زیادہ چار وظیفے خاص شرائط پر کالج میں تعلیم پانے والے لڑکوں کو دیئے جائیں گے۔ اور چھ چھ روپیہ ماہوار کے تیس وظیفے ہائی کلاس میں تعلیم پانے والے طلباء کو ملیں گے۔

اچھوت قوموں کے معلمین کی تربیت

ان اقوام کی حوصلہ افزائی کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انکے

بعض افراد کو صوبہ کی ایسی متعدد درسگاہوں میں داخل کیا جائے۔ جہاں ورنیکلر سکولوں کے استاد اور استانیوں کی تعلیم کا انتظام ہے۔ یہ امر موجب اطمینان ہے۔ کہ اب اچھوت قوموں کے مستند افراد کو نارمل سکولوں میں آزادانہ طور پر داخل کیا جاتا ہے۔ مئی ۱۹۲۸ء میں ۱۶ اشخاص نے جونیئر ورنیکلر اور سینئر ورنیکلر جماعتوں میں داخلہ کے لئے درخواستیں پیش کیں۔ جن میں سے ایک کے سوائے جس میں امیدوار کی عمر داخلہ کے لئے بہت کم تھی۔ باقی تمام درخواستیں منظور کی گئیں۔ یہ لوگ اب دیگر طلباء سے آزادانہ طور پر ملتے جلتے ہیں۔ ہوسٹلوں میں رہتے ہیں۔ اور ایک ہی کچن سے کھانا کھاتے ہیں۔ امید ہے کہ وظیفوں اور فیس کی مراعات وغیرہ کی وجہ سے مستقبل میں ان تعلیمی درسگاہوں میں داخلہ کے لئے امیدواروں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔ انسپکٹر صاحبان سے درخواست کی گئی ہے۔ کہ وہ ان قوموں کے موزوں اور مستحق امیدواروں کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ ان دس روپیہ اور آٹھ روپیہ کے وظیفوں کے علاوہ جوٹریننگ کے سینئر اور جونیئر نصابوں کی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو دیئے جاتے ہیں پانچ پانچ روپیہ ماہوار کے زیادہ سے زیادہ بیس وظیفے اچھوت قوموں کے منتخب استادوں کو دیئے جائیں

صنعتی تعلیم

محکمہ صنعت و حرفت کے ماتحت جو صنعتی مدارس ہیں۔ وہاں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے۔ اور اچھوت قوموں کو علیحدہ نہیں سمجھا جاتا۔ طلباء کو داخل کرتے وقت اس امر کا خاص لحاظ رکھا جاتا ہے۔ کہ آیا وہ دستکاری کرنے والی قوموں سے تعلق رکھتے ہیں۔

گورنمنٹ کی طرف سے صنعتی مدارس کے لئے وظیفے دینے کا طریق نہایت فیاضانہ ہے۔ اور چونکہ وظیفے افلاس کی بناء پر دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ معقول ترقی اور عمدہ چال چلن کی صورت میں جاری رکھے جاتے ہیں۔ اس لئے اس ضمن میں اچھوت قوموں کا حق سب سے فائز ہے۔

ہندوؤں کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں

مہاشہ کرشن بی اے مالک اخبار پرتاپ لاہور فرماتے ہیں:۔

"مشکل یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کو اپنے ہی ہموطنوں کی ایک جماعت کی طرف سے خطرہ ہے۔ اور وہ خطرہ اتنا عظیم ہے۔ کہ اس کے نتیجہ کے طور پر آریہ جاتی صفحہ ہستی سے مٹ سکتی ہے۔ وہ خطرہ ہے تبلیغ و تنظیم کا مسلمانوں کی طرف سے یہ کام اس تیزی سے ہو رہا ہے۔ کہ ہندوؤں کے پاؤں اکھڑ رہے ہیں۔ ان کی تعداد سال بسال کم ہو رہی ہے۔ اور اگر اسے کسی طرح روکا نہ گیا۔ تو ایک وقت ایسا آسکتا ہے جبکہ آریہ دھرم کا کوئی بھی نام لیوا نہ رہے" (اخبار پرتاپ لاہور یکم دسمبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۳)

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا ؛ آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔

مہاشہ جی گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ خداوند کریم نے تم پر احسان کیا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کو تمہاری بہتری کے لئے دنیا پر ظاہر کیا ہے۔ تم تنظیم اور تبلیغ سے نہ ڈرو۔ یہ تم کو حقیقی زندگی عطاء کریگی جس کے باعث تم حقیقی راحت کو حاصل کرسکو گے۔ اگر میری بات پر اعتبار نہ ہو۔ تو اپنے ایک بھائی کی شہادت سے ہی فائدہ اٹھاؤ ملاحظہ ہو۔ جس ہندو نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس کو ہزار ہمدردیاں جو مسلمان شدہ ہوئے ہیں ان کی حالت ناگفتہ بہ۔ گویا مسلمان ہونا مردہ سے زندہ ہونا اور شدھ ہونا زندگی سے ساجات موت۔ موجودہ شکل میں تو میں دیکھتا ہوں۔ کہ ہندو قوم کوئی چند دن کی مہمان ہے (از جیون مل ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر اخبار ہندو لاہور۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۱۱ کالم ۲)

کہیئے مہاشہ جی اب آپ کو اسلام لانے میں کونسی روک ہے۔ بسم اللہ کیجئے اور اسلام ⁂ لا کر بقول جیون مل صاحب مُردہ سے زندہ ہو جایئے۔ اب آپ پر یہ حقیقت مکمل ہو چکی ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں ہندوؤں کے پاؤں اکھڑ چکے ہیں۔ ہمارا خدا بھی آج سے بہت عرصہ پہلے ارشاد کر چکا ہے۔ کہ احمدیت قیامت تک ادیان باطل پر غالب رہے گی۔ اگر تمام زمینی لوگ مل کر بھی اس بات کو روکنا چاہیں تو اس کو ہرگز نہیں روک سکتے۔ یہ خدا کا فیصلہ شدہ امر ہے۔

مَیں ہوں آپ کا سیوک فتح محمد احمدی از کراچی۔

وصیتیں

وصیت نمبر ۴۱۴۱۔ میں عبدالرحیم ولد جیون قوم حجام پیشہ ورق سازی عمر ۴۴ سال تاریخ بیعت مئی ۱۹۰۸ء ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۸ مئی ۱۹۲۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت دس مرلہ زمین محلہ دار الفضل میں ہے لیکن میرا گذارہ ماہواری آمد پر ہے۔ جو تخمیناً ۱۵ روپیہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی رقم ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دوں۔ تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا؛ العبد۔ عبدالرحیم بقلم خود۔ ورق ساز۔ گواہ شد۔ محمد الدین زرگر احمدی۔ گواہ شد۔ احمد الدین زرگر سکرٹری وصایا بقلم خود۔

وصیت نمبر ۴۲۰۲۔ میں شیخ محمد انور ولد شیخ حبیب اللہ صاحب قوم کمبوہ پیشہ تجارت عمر ۲۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۲ء ساکن موہن دال ڈاکخانہ مراکہ ضلع لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اسوقت کوئی نہیں ماہوار آمد قریباً ۴۵ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط العبد شیخ محمد انور بقلم خود۔ گواہ شد۔ عبدالغفور سکنہ خود پور بقلم خود۔ گواہ شد۔ محمد عبدالعزیز بھینی بقلم خود۔

وصیت نمبر ۴۲۰۳۔ میں محمد اکرم ولد مولوی الہ دین صاحب مرحوم قوم راجپوت نارو پیشہ ملازمت عمر ۴۵ سال بیعت ۱۹۰۹ء ساکن خود پور ضلع لاہور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹ دسمبر ۱۹۲۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میری جائداد کوئی نہیں۔ ماہوار آمد اس وقت بیس روپیہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ بوقت وفات میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط

العبد

خاکسار محمد اکرم پٹواری بقلم خود۔ گواہ شد۔ ولایت شاہ احمدی سکرٹری شاہ مسکین

گواہ شد:۔ عبدالغفور برادر حقیقی بقلم خود۔

حبّ اٹھرا

اگر آپ کو اولاد حاصل کرنے کی حقیقی تڑپ ہے۔ تو آپ اپنے گھر میں حب اٹھرا ضرور استعمال کرائیں۔ اس کے کھانے سے بفضل خدا ہزاروں گھر صاحب اولاد ہو چکے ہیں۔ جو اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن چکے تھے۔ (مرض اٹھرا کی شناخت یہ ہے) کہ اس سے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ یا حمل گر جاتے ہیں یا مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس کو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اس بیماری کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ مولانا مولوی نور الدین صاحب طبیب مرحوم کی مجرب اٹھرا اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ یہ گود بھری بے شک گولیاں حضور کی مجرب اور ان اندھیرے گھروں کا چراغ ہیں جن کو اٹھرا نے گل کر رکھا تھا۔ آج وہ خالی گھر خدا کے فضل سے پیارے بچوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان گود بھری گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین۔ خوبصورت اور اٹھرا کے اثرات سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔ آزما کر فائدہ اٹھائیں۔

قیمت فی تولہ عہ شروع حمل سے آخری رضاعت تک ۹ تولہ گولیاں خرچ ہوتی ہیں۔ یکدم ۹ تولہ منگانے پر صہ اور نصف منگوانے پر صرف محصول ڈاک معاف۔

مقوی دانت منجن

منہ کی بدبو کو دور کرتا ہے۔ دانتوں کی جڑیں کیسی ہی کمزور ہوں۔ دانت ہلتے ہوں۔ گوشت خورہ سے تنگ آ گئے ہوں۔ دانتوں سے خون آتا ہو پیپ آتی ہو۔ دانتوں میں میل جمتی ہو۔ زرد رنگ رہتے ہوں۔ اور منہ سے پانی آتا ہو۔ اس منجن کے استعمال سے سب نقص دور ہو جاتے ہیں۔ اور دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں۔ اور منہ خوشبودار رہتا ہے۔

قیمت فی شیشی بارہ آنے (۱۲)

سرمہ نور العین

اس کے اجزا موتی و ممیرا ہیں۔ آنکھوں کے امراض کا مجرب علاج ہے۔ آنکھوں کی روشنی بڑھانے والا۔ دھند غبار۔ جالا۔ ککرے۔ خارش ناخونہ۔ ضعف چشم۔ پڑوال کا دشمن ہے۔ موتیا بند دور کرتا ہے آنکھوں کے لیس دار پانی کو روکنے میں بے مثل ہے۔ پلکوں کی سرخی اور موٹائی دور کرنے میں بے نظیر ہے۔ گلی سڑی پلکوں کے گرے ہوئے بال از سر نو پیدا کرنا اور زیبائش دینا خدا کے فضل سے اس پر ختم ہے۔ قیمت فی شیشی دو روپے (عا)

المشتہر

نظام جان عبد اللہ جان معین الصحت قادیان

مکرمی! السلام علیکم

تقاضائے وقت اور حالات حاضرہ نے آپ پر بخوبی روشن کر دیا ہوگا۔ کہ معاونت اور رواداری قومی باہمی کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ اس لئے جب تک ان اصولوں کو رواج دے کر سلسلہ میں عام نہ کیا جائے تب تک یہ ترقی ملتوی رہیگی۔ اس لئے آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ کہ رشتہ اتحاد کی خاطر اس بیس کو اپریشن کر کے قومی بنیاد کو مستحکم کرنے کیلئے قدم اٹھائیں۔ اور اگر آپکی طاقت اور بس کی بات ہو۔ تو مندرجہ ذیل اشیا کی پرائس لسٹ دیکھیں کسی چیز کی فرمائش بھیجیں۔ اگر ان اشیا سے تعلق نہ رکھتے ہوں۔ تو اپنے حلقہ اثر میں سفارش کریں۔ اور ان دوستوں کے نام ارسال کریں جو آپکے گردو پیش ان چیزوں کی تجارت کرتے ہوں۔ یا آرڈر دینے کے مجاز ہوں مثلاً ہیڈ ماسٹر سکول۔ ہیڈ کلرک پلٹن۔ اور فوجی افسر وغیرہ مال از قسم سپورٹس۔ جو سکولوں اور پلٹنوں میں خرچ ہوتا ہے۔ اور سامان بینڈ وغیرہ۔ بکفایت عمدہ تسلی بخش اور نہایت اعلیٰ و ارسال ہوگا۔ پرائس لسٹ منگا لیجئے۔

نظام اینڈ کو شہر سیالکوٹ

ملکی صنعت کا بےنظیر نمونہ

مشین سیویاں نکل پلیٹیڈ (نو ایجاد)

چٹکی — ہینڈل — دہانہ

دنیا بھر میں بہترین مشین سیویاں جس کا ہر پرزہ ہاتھ سے گھڑ کر تیار کیا گیا ہے۔ مروجہ مشینوں کے نقائص سے مبرا۔ نکل شدہ۔ کم وزن۔ کم قیمت بڑا سائز

خوبصورتی اور پائداری میں یکتا بناوٹ نہایت سادہ چلنے میں بیحد ہلکی۔ اور سنگ میدہ ڈھکیلنے کا کار آمد پرزہ بھی لگایا گیا ہے

ہر مشین کے ہمراہ باریک و موٹی دو چھلنی

منٹوں میں سیروں مال سیویاں تازہ بتازہ تیار کر کے تناول فرمائیے

قیمت مشین کلاں قطر دو انچ سات روپے آٹھ آنے (عمر)

مشین خورد قطر ڈیڑھ انچ صرف پانچ روپے (ﮧ)

علاوہ محصول ڈاک

اصلی و اعلیٰ مال منگانے کا قدیمی پتہ

ایم اے رشید اینڈ سنز موجد مشین سیویاں بٹالہ (پنجاب)

---

(۲۱)

مردوں میں طاقت حاصل کرلو!

یہی دن ہیں جبکہ جسم بہتر طور پر مقوی ادویات ہضم کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ کوی ونود دید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت جی شرما ویدجو کہ ۴۴ درجن طبی کتب کے مصنف اور تین طبی اخباروں کے ایڈیٹر اور مشہور و معروف دوائی امرت دھارا کے موجد اور امراض مخصوصہ مردان و زناں کے سپیشلسٹ (خاص معالج) ہیں۔ اور جو کئی طبی نمائشوں سے اپنی ادویات و کتب پر تمغہ جات و سندات حاصل کر چکے ہیں انہوں نے ایک کتاب

امراض مخصوصہ مردمان

لکھی ہوئی ہے جس میں مردوں کی خفیہ امراض کی وجوہات و علامات وغیرہ مفصل لکھی ہیں اور آخر میں ان امراض کی ادویات کا تذکرہ ہے یہ کتاب ہر شادی شدہ شخص ایک آنہ کا ٹکٹ ڈاک خرچ بھیجکر مفت حاصل کر سکتا ہے۔ خط میں لکھنا چاہیئے کہ میں شادی شدہ ہوں ورنہ کتاب نہ بھیجی جاویگی۔

اس کتاب کو جلد منگواؤ۔ وقت گذر رہا ہے!

خط و کتابت و تار کے لئے پتہ: ”امرت دھارا“ (51) لاہور

المشتہر

مینیجر امرت دھارا اوشدھالیہ امرت دھارا بھون۔ امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور

ہندوستان کی خبریں!

لاہور ۷ر فروری۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بورسٹل جیل کے اندر مقدمہ سازش لاہور کے ملزموں کے خلاف قواعد جیل کی خلاف ورزی کرنے کے مقدمہ کی مزید سماعت کی۔ لیکن ملزموں نے کسی سوال کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔ فرد جرم لگا دی گئی۔

لاہور ۷ر فروری۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ حکومت پنجاب نے "برطانیہ اور حوا" کی اشاعت ماہ جنوری کو زیر دفعہ ۹۹ (الف) ممنوع قرار دیدیا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک ایسا مضمون درج ہے۔ جس سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس لگنے کا احتمال ہے۔

نئی دہلی ۶ر فروری۔ حکومت ہند جلد ہی ایک ایسے افسر کو سپیشل ڈیوٹی پر مقرر کرنے والی ہے۔ جو ٹبلر کمیٹی کی رپورٹ پر عملدر آمد شروع کرے گا۔ نیز مجوزہ گول میز کانفرنس کے متعلق ضروری کارروائی عمل میں لائیگا۔

پٹنہ ۳۰ر جنوری۔ مس سہاہی بالا داس بہار کونسل کی یونیورسٹی حلقہ سے امیدوار ہوں گی۔ آپ پہلی عورت ہیں۔ جو اس صوبہ میں آنریری مجسٹریٹ ہیں۔ آپ میونسپل کمشنر بھی رہ چکی ہیں۔ اور پٹنہ یونیورسٹی کی سینیٹ کی ممبر بھی ہیں۔

پنجاب گورنمنٹ نے کانگریس پولیس کے ۳۰ر جولائی تک بحال رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس لئے کہ سول نافرمانی اور عدم ادائیگی ٹیکس کے ریزولیوشنز سے امن شکنی کا اندیشہ ہے۔ اس کے لئے ۹۶ ہزار روپیہ منظور کیا گیا ہے۔

پشاور ۹ر فروری۔ صوبہ شمال مغربی سرحد کی حکومت نے اعلان کیا ہے۔ کہ سردار امین اللہ جان اور سردار عبدالحکیم خان کو اس جرم میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے ہماری حلیف اور ہمسایہ حکومت افغانستان کے امن کو درہم برہم کرنے کے لئے سازش کی۔ اور شنواری قبیلہ کو از سر نو بغاوت کرنے کے لئے برانگیختہ کرنے کا منصوبہ کیا۔

نئی دہلی ۸ر فروری۔ دہلی کے مقدمہ بم کے انچارج سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اعلان کیا ہے۔ کہ جو شخص وائسرائے کی سپیشل پر بم پھینکنے والے مجرم کا سراغ لگائے گا۔ اسے پندرہ ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔

پٹنہ ۷ر فروری۔ بہار کونسل کے اجلاس میں مسلم ارکان نے دو مسودات قانون پیش کئے۔ کہ مقامی مجالس میں مسلمانوں کو پوری پوری جداگانہ نیابت ملنی چاہئے لیکن کونسل نے انہیں مسترد کر دیا۔

گوجرانوالہ ۸ر فروری۔ یوم آزادی کے دن ملک لال خان نائب صدر بلدیہ گوجرانوالہ نے صدر کی اجازت کے بغیر ٹاؤن ہال پر قومی جھنڈا لہرانے کی اجازت دے دی تھی۔ چنانچہ حکومت پنجاب نے ملک صاحب کو بلدیہ کی رکنیت سے علیحدہ کر دیا ہے۔

الہ آباد ۸ر فروری۔ الہ آباد کے کمبھ کے میلہ میں ہیضہ کی وبا پھوٹ نکلی۔

مدناپور ۱۰ر فروری۔ مسٹر جوتی پرشاد کے مستعفی ہو جانے کے باعث حبیبی مہتر جو مقامی یورپین کلب کا خاکروب تھا۔ بنگال کونسل میں بلا مقابلہ منتخب ہو گیا۔ جس کے بعد اس نے کلب کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ مہتروں کی طرف سے اس کا عظیم الشان جلوس نکالا گیا۔

مدناپور ۸ر فروری۔ ایک موچی نے کیانام ٹی غیر مسلم حلقہ کی جانب سے مجلس آئین ساز بنگال کی نشست کے کاغذات نامزدگی داخل کر دیئے ہیں۔

ملتان ۸ر فروری۔ دسہرہ کے میدان کے قریب دہلی دروازہ کے پاس ایک بم پھٹ گیا۔ جس سے ایک اٹھارہ سالہ لڑکا مجروح ہو گیا۔ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ہے۔ پیٹ اور چہرے پر زخم آئے ہیں۔ پولیس کو جائے وقوعہ سے کچھ اکسیر مادہ دستیاب ہوا ہے۔

لاہور ۹ر فروری۔ مقدمہ سازش لاہور کے ملزمان کی بھوک ہڑتال کا آج چھٹا دن ہے۔ مقدمہ ۲۲ر فروری تک ملتوی کر دیا گیا۔

لاہور ۹ر فروری۔ ایک ہفتہ ہوا۔ اسلامیہ کالج لاہور سے پکرک ایسڈ چوری ہوا تھا۔ اب اسلامیہ سکول کی لیبارٹری سے بھی پکرک ایسڈ اڑایا گیا ہے۔ پولیس نے لاہور کے مختلف کالجوں اور سکولوں پر پہرہ لگا دیا ہے۔

اخبار ریاست دہلی کا بیان ہے۔ کہ گورنمنٹ ہند عنقریب ہندوستان کے دو نئے صوبوں میں ہندوستانی گورنر مقرر کرنے والی ہے۔ بعض حلقوں میں سر تیج بہادر سپرو اور مسٹر جناح کے نام لئے جا رہے ہیں۔

پشاور ۸ر فروری۔ ملا شور بازار پشاور پہونچا۔ اور رات کو براستہ بمبئی مصر جا رہا ہے۔

نیو دہلی ۸ر فروری۔ سوالات کے جواب دیتے ہوئے اسمبلی میں سر جیمز کریرر نے کہا۔ کہ یہ قطعی جھوٹ ہے۔ کہ ہندوستان میں سکاٹ لینڈ یارڈ کی پولیس منگائی گئی ہے۔

بمبئی۔ تل بازار میں دو مسلمان جماعتوں کے درمیان فساد ہو گیا۔ جس سے ایک شخص ہلاک اور تین مجروح ہوئے۔

ممالک غیر کی خبریں!

رگبی ۵ر فروری۔ آج دار العوام میں ...... محکمہ تجارت کے سیکرٹری نے کہا۔ روس کے ساتھ برطانیہ کی تجارت کے مسئلہ کی تحقیقات کے لئے ایک نمائندہ بھیجدیا گیا ہے۔ حکومت کو امید ہے۔ کہ مستقبل قریب میں دونوں ممالک کے درمیان ایک تجارتی عہد نامہ پر عملدرآمد شروع ہو جائیگا۔

رگبی ۸ر فروری۔ ویرولم کا قدیم شہر جو لندن کی تعمیر سے ایک صدی پہلے برطانیہ کا پایۂ تخت تھا۔ اور اب زیر زمین مدفون ہے۔ اس کی کھدائی کا کام شروع ہونے والا ہے۔

حیفہ ۸ر فروری۔ پولیس کے ایک یہودی سپاہی کو فسادات کے ایام میں ایک عرب خاندان کو قتل کرنے کی پاداش میں پھانسی کی سزا دی گئی ہے۔

قاہرہ ۸ر فروری۔ آج ایوان نے وزیر اعظم نحاس پاشا کو برطانیہ کے ساتھ عہد نامہ کی ترتیب کے لئے گفت و شنید کرنے کے واسطے متفقہ طور پر اجازت دے دی۔

ناگاساکی ۷ر فروری۔ ایک جاپانی جہاز میں جس کا وزن ۷۰۰ اٹن تھا۔ آگ لگ جانے کے باعث ۱۴ آدمی جل کر راکھ ہو گئے۔ نقصان کا اندازہ ایک لاکھ پونڈ لگایا جاتا ہے۔

ایران کی تازہ ترین خبروں سے پایا جاتا ہے۔ کہ سال نو کے آغاز میں ایران اور امریکہ کے درمیان ٹیلیفون کا سلسلہ قائم ہو جائیگا۔

کیپ ٹاؤن ۷ر فروری۔ مجلس آئین ساز میں بھاری ہنگامہ ہو گیا۔ مسٹر باٹیڈل سابق وزیر حزب العمال اور ٹی ایس داروک ممبر کے درمیان تو تو میں میں اور درشت کلامی نے زور پکڑا۔ اور ہاتھا پائی تک نوبت پہونچی۔ مسٹر باٹیڈل نے اپنے مخالف کو نیچے گرا لیا۔ جو بے ہوش ہو گیا۔ اور اس کے منہ سے خون جاری ہو گیا چنانچہ ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ دونوں جنٹلمین نٹال کے رہنے والے ہیں۔

عبد المالک حمزہ بے مصری سفیر متعینہ لندن کو مصر کے وزیر خارجہ کی طرف سے ایک تار موصول ہوا ہے۔ کہ اسے اپنے عہدہ سے موقوف کر دیا گیا ہے۔

ریو ڈی جنیرو ۷ر فروری۔ مونٹس کلیرو میں ایک ضیافت کے موقعہ پر ایک سخت سیاسی جھگڑا رونما ہوا۔ جس نے یہاں تک طول پکڑا۔ کہ پانچ آدمی مارے گئے جن میں نائب صدر کا سیکرٹری بھی تھا۔ پندرہ آدمی زخمی ہوئے جن میں وائس پریزیڈنٹ صاحب بھی شامل ہیں۔

(... پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر قادیان سے الفضل کے لئے شائع کیا)